محرماں وے

حنا اسد

ماضی کا وہ گزرا لمحہ آج بھی اس کی یاداشت میں محفوظ تھا۔جب کئی سالوں بعد اس کی مما اس سے اسکول میں ملنے آئی تھیں اسے دیکھتے ہی انہوں نے اسے خود میں سموتے ہوئے کہا مجھے تمہاری بہت یاد آتی ہے۔

وہ انہیں اتنے عرصے بعد سامنے دیکھ کر ساکت رہ گئی

بچپن سے جس ممتا بھرے آغوش کے لمس کے لیے وہ تڑپتی تھی آج وہ ان کے قریب ہوتے ہوئے بھی اس احساس سے عاری تھی۔۔

میں تمہیں سب سچ بتانا چاہتی ہوں میں نے تمہارے باپ کو نشے کی بری لت کی وجہ سے چھوڑا تھا۔۔۔

مگر مجھے کیوں؟؟؟؟

اُس کے اِس سوال نے انہیں لاجواب کر دیا۔۔۔

میں نے تو سنا ہے مائیں اپنے بچوں کے لئے ہر حد پار کر جاتی ہیں آپ نے صرف اپنے بارے میں سوچا! میری آپ کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں اب کیوں آئی ہیں لوٹ کر؟؟؟

آج بھی میری روح اسی اندھیرے برآمدے میں قید ہے جہاں تنہا چھوڑتے ہوئے آپ کو مجھ پر ذرا ترس نہیں آیا۔

میرے ساتھ چلو مجھے تمہاری ضرورت ہے انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما۔۔۔

اس نے اپنا ہاتھ انکی گرفت سے چھڑاتے ہوئے کہا!

مجھے بھی زندگی کے کئی موڑ پر آپ کی ضرورت پیش آئی۔ مگر کسی بھی موڑ پر آپ میرے ساتھ نہیں تھیں۔

میرے دل میں آپ کے لیے کوئی جذبہ نہیں نہ نفرت کا نہ محبت کا۔۔۔

میرے لیے اب اگر آپ کچھ کرنا چاہتی ہیں تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ آج مجھ پہ فاتحہ پڑھ لیں۔ آپ نے بہت سال پہلے ہی ایک جیتے جاگتے انسان کا قتل کر دیا تھا۔۔۔انسان کے مرنے پر فاتحہ نہیں بلکہ اس کے احساس کے مرنے پر فاتحہ پڑھنی چاہیے۔۔

میرا دل آپ کی خود غرضی کی وجہ سے احساس نامی شے سے عاری ہو چکا ہے۔ان بیتے سالوں میں آپ کی یہ صرف نام کی بیٹی اتنے آنسو بہا چکی ہے کہ اس کی آنکھیں خالی اور بنجر ہو چکی ہیں اس کو کسی درد کا احساس نہیں ہوتا۔۔

کسی کے جینے یا مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا

آپ نے مجھے کسی بوجھ کی طرح اپنے وجود سے اتار پھینکا۔۔۔اتنی ہی غیر اہم تھی تو مجھے اس دنیا میں ہی کیوں لائی آپ؟؟ یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔۔

کاش اللہ تعالی ان لوگوں کو کبھی اولاد کی نعمت سے نوازے ہی نہ جوان کی قدر نہیں کرتے۔۔۔۔

تم اتنی سی عمر میں اتنی بڑی بڑی باتیں کیسے کر رہی ہو؟

کس نے سکھائی ہیں تمہیں یہ باتیں؟

۔۔۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے حیرانگی سے کہا

جو لڑکی وقت سے پہلے زندگی کے تلخ حقائق جھیل چکی ہو اس سے ایسی باتوں کی ہی توقع کی جانی چاہیے۔۔

ہو سکے تو دوبارہ میرے سامنے مت آیئے گا

جیسے پہلے آپ کو میری ضرورت نہیں تھی اب میری زندگی میں بھی آپ کے لئے کوئی جگہ نہیں۔۔۔۔

****

!!!!!خاموش

داداجان کی گرج دار آواز سن کر سب کے رونے میں ٹھہراؤ آ گیا۔۔

دادا جان نے آج مولوی صاحب کو بلا کر سب کے نکاح کی بات کی۔۔ان کا فیصلہ سن کر وہ سب بھونچکارہ گئے۔ مگر کسی کو بھی ان کے سامنے بولنے کی جرات نہ تھی ۔

میں جس جس کو بلاتا جاؤں وہ یہاں آکر بیٹھتا جائے اور مولوی صاحب جو بولیں ان کی بات مانتا جائے

۔ دادا جان نے وہاں بیٹھے سارے بچوں کو متوجہ کئیے ہوئے کہا

سب سے پہلے تم سالار جو بارہ سال کا تھا جس نے سفید پاجامہ کرتا زیب تن کر رکھا تھا

۔ داداجان کی آواز سن کر مولوی صاحب کے پاس جا بیٹھا

پھر داداجان نے لڑکیوں میں سے حجاب جو دس سال کی تھی اسے بلایا۔۔ سالار نے تنفر بھری نگاہ حجاب پر ڈالی۔۔۔ مگر اپنے باپ کی کڑی نگاہ پڑتے ہی نکاح کے لیے حامی بھری۔۔

ان دونوں کے نکاح کے بعد باقی بچوں کا آپس میں نکاح کا فریضہ سرانجام دیا گیا۔۔۔

سید شاہ ویر کا نکاح سیدہ آیت سے۔

سید قاسم شاہ کا سیدہ ردا سے۔

سید زارون کا سیدہ اجر سے۔

سید وسام شاہ کا سیدہ جزا سے۔

سب لڑکیاں تو آنسو بہا کر اس عجیب و غریب واقعہ کو قبول کر چکی تھیں۔

مگر سب لڑکے جن میں سے ایک کو بھی اپنا ہمسفر قبول نہ تھا۔وہ شاک کی کیفیت میں ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئے۔

****

لڑکے والوں کی طرف سے کچھ مہمان رسم ادا کرنے میں مصروف تھے جبکہ سید وسام شاہ جس نے آج بلیو جینز پر وائٹ کرتا پہن رکھا تھا۔ گردن میں چنری پٹکا ۔ گول گھما کر اسٹائل سے لے رکھا تھا

اپنے ماتھے پر آئے سلکی بالوں کو ایک ہاتھ سے سٹائل سے پیچھے کرتا ایک ہاتھ جینز کی پاکٹ گھسائے وہ اپنے ڈفرنٹ سٹائل اور کلر لکس کی وجہ سے وہاں موجود لڑکیوں کے دلوں پر چھا رہا تھا۔۔۔

کچھ تتلیاں جان پہچان بڑھانے کے لئے وسام کے ارد گرد منڈلا رہی تھیں۔

اس کا انٹرویو لیتے ہوئے۔۔ایک نے اس کا نام پوچھا تو دوسری نے کہا آپ کیا کرتے ہیں؟

جی میں نے U_E_T سے سول انجینئرنگ کی ہے اب ایک انٹرنل پیپر دیا ہے۔ جلد ہی مابدولت SDO کے عہدے پر فائز ہونے والے ہیں۔

وسام شاہ نے ایک اسٹائل سے اپنے بالوں میں انگلیاں گھسائے انہیں پیچھے کی طرف جھٹکا دیا۔۔

چھ فٹ قد، کسرتی وجود، صاف رنگت اوپر سے اس کے سحر انگیز سٹائل۔۔

عنادل نے جب وسام شاہ کو لڑکیوں میں گھرے دیکھا تو اس کے قریب آئی۔

Excuse us please..

وسام شاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے اسے ایک سائڈ پر لے آئی۔

یہ کیا حرکت ہے عنادل؟؟؟ وسام شاہ نے عنِادل کی اس حرکت پر اس کا ہاتھ زور سے جھٹکنا ول۔

سید سکندر شاہ کا تعلق سید خاندان سے تھاان کے ہاں اپنی فیملی میں شادی کرنے کا رواج تھاان کا رعب ودبدبہ سارے علاقے میں تو تھا ہی گھر میں بھی ان کے ہر لفظ کو پتھر پر لکیر کی طرح مانا جاتا تھا۔ان کی زوجہ محترمہ سلمٰی بیگم جو نہایت پر وقار ذہین اور دھیمے لہجے کی مالک تھیں وہ بھی اپنے مزاجی خدا کے ہر اشارے کو سمجھتی اور ان کا ہر حکم بجالاتیں۔

ان کے تین بیٹے سید تقی شاہ،سید نقی شاہ اور سید ذکی شاہ اور ایک بیٹی سیدہ زینب شاہ تھی۔

سید تقی شاہ کے دو بیٹے سید قاسم شاہ،اور سید ضامن شاہ۔

ضامن شاہ کی پیدائش پر اسکی والدہ سیدہ مریم شاہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

نقی شاہ اپنی بیوی سیدہ فائقہ شاہ اور اپنے پانچ بچوں حجاب، آیت، ردا پہلے تین بیٹیاں اور پھر دو بیٹے سید زارون شاہ اور سید وسام شاہ کے ساتھ حویلی میں ہی رہائش پذیر تھے ۔

سیدہ زینب جن کی شادی عالم شاہ سے ہوئی تھی ان کے چار بچے سید سالار شاہ، سید شاہ ویر شاہ سیدہ اجر اور سیدہ جزا۔

سکندر شاہ نے زینب کی شادی کے بعد بھی اسے اپنے ساتھ حویلی میں ہی رکھا ہوا تھا ان کے شوہر عالم شاہ شادی کے بعد بھی ان کے ساتھ ادھر ہی رہتے تھے۔ کبھی کبھار گاؤں جا کر وہاں کی بھی خیر خبر لے لیتے۔

سید سکندر شاہ کے سب سے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے سید ذکی شاہ نے اپنی یونیورسٹی فیلو ثمین سے شادی کر رکھی تھی اور وہی شہر میں ہی رہائش پذیر تھے۔

جب ان کے والد سید سکندر شاہ کو ان کی شادی کا علم ہوا تو سخت برہم ہوئے۔ سید خاندان سے باہر شادی کرنے اور ان کی بنائی گئی رسم کو توڑ کر ثمین سے شادی کرنے پر انہوں نے ذکی سے کوئی رابطہ نہ رکھا۔

اسی لیے حویلی میں موجود بچوں کے لیے انہوں نے ایک فیصلہ کیا کہ بچپن میں ہی ان سب کو ایک مضبوط بندھن میں باندھ دوں تاکہ سب آپس میں جڑے رہیں اور اپنی برادری سے باہر کوئی بھی اپنے بچوں کی شادی کرنے کا نہ سوچے۔۔

****

سید سکندر شاہ کو جب اپنے بیٹے ذکی کی حالت کا علم ہوا تو اسے دیکھنے وہ فوراً شہر پہنچے۔

اس کی بیوی اسے چھوڑ کر جا چکی تھی اور اس کی اپنی حالت ناقابل بیان تھی انہوں نے ذکی اور اسکی بیٹی کو اپنے ساتھ حویلی چلنے کے لیے آمادہ کیا۔

وہ دونوں کو اپنے ساتھ لئے حویلی پہنچے شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے یہی سائے سخن کو اپنی زندگی کی شام پر چھائے ہوئے محسوس ہوئے

سخن کو اپنی زندگی ماں کے بغیر بالکل تاریک لگی۔

وہ اپنے بابا کا ہاتھ زور سے تھامے حویلی میں داخل ہوئی اس وقت سب حویلی کے صحن میں موجود شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب سب کی نظر سید سکندر شاہ کے ساتھ آتے سید ذکی شاہ پر پڑی جن کا ہاتھ تھامے ایک ڈری سہمی چھوٹی سی مگر خوبصورت بچی کھڑی تھی۔

زینب شاہ نے ایک تنفر بھری نظر اس پہ ڈالی۔

سب اٹھ کر زکی شاہ سے تو اچھے سے ملے مگر سخن کو سب نے ایسے اگنور کیا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو ۔

سیدہ سلمیٰ شاہ نے جب سخن کو دیکھا تو اپنی بانہیں پھیلا کر اسے اپنی طرف آنے کا کہا مگر وہ اپنے بابا کے ساتھ ہی لپٹی رہی۔یوں پہلی بار اجنبی لوگوں میں آنا اس نے ڈرتے ڈرتے ایک نگاہ اس بڑی حویلی سی میں موجود لوگوں پر ڈالی جو سب اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔زکی شاہ نے اسے سلمی بیگم کے پاس لے جا کہ بتایا ان سے ملو ! یہ تمہاری دادی اماں ہیں

سلمی بیگم کی بانہوں میں آتے اسے ان کے شفقت بھرے لمس سے سکون ملا تو مزید ان سے لپٹ گئی انہوں نے نرمی سے اپنی پوتی کے سر پر بوسہ دیا۔۔

****

رات کو وہ اکیلی اپنے کمرے میں سو رہی تھی کہ کسی کی آہٹ سے اس کی جاگ کھلی۔اپنے پاس کسی ہیولے کو دیکھ کر وہ بستر سے اٹھی یہ جاننے کے لیے کہ اس وقت کمرے میں کون آسکتا ہے سامنے سالار کو دیکھتے ہی حیران نظروں سے اس کی جانب دیکھا سالار بھائی آپ یہاں اس وقت وہ بوکھلائی۔۔

میری بات سنو سالار نے اس کی کلائی تھام کر اسے اپنی جانب کھینچا اور پھر۔۔۔۔۔

نجانے اس نازک وجود میں خود اس سے بچانے کی ہمت کہاں سے آئی۔ کہ اس دنوں ہاتھوں سے خود سے پیچھے دھکیلا۔

رات کو اس پہر آپ کو مجھ سے کیا بات کرنی ہے مجھے کچھ نہیں سننا آپ جائیں یہاں سے پلیز بھائی اس نے ہاتھ جوڑ کر منت کی اور بھاگتی ہوئی واش روم میں بند ہو گئی۔۔

صبح ہوتے ہی فائقہ شاہ کے پاس گئی مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے

ہاں بولو کیا بات ہے انہوں نے پوچھا

اس نے نظریں جھکائے رات والا سارا واقعہ بتایا کہ سالار رات کو اس کے کمرے میں آیا تھا

فائقہ یہ بات سن کر پہلے تو حیران ہوئیں !!! ں سالار ان کی سب سے بڑی بیٹی حجاب سے جو منسوب تھا اس کے ایسے کارنامے سن کر اشتعال میں آئیں اور زینب شاہ کو بھی آواز دے کر ادھر ہی بلایا اور انہیں ساری بات بتائی۔۔۔

زینب شاہ نے جب اپنے بیٹے پر لگا الزام سنا تو بپھرے ہوئے شیر کے مانند اس پر جھپٹ پڑیں۔۔۔

اس کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑتے ہوئے اسے جھٹکا دیا۔۔

فائقہ تم نے اس کم زات کی بیٹی کا یقین کر کے میری شریف بیٹے پر الزام لگایا ہے۔

جیسی ماں ویسی بیٹی "لڑکوں کو پھانسنے کے سارے ہتھکنڈے آتے ہیں انہیں۔" جیسے اس کی ماں نے پھنسایا تھا اس کے باپ کو اب یہ بھی اسی کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔۔۔

اسے اپنے بارے میں یہ الفاظ سن کر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پگھلا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں انڈیل دیا گیا ہو،اور اسے آسمان سے کسی نے زمین پر لا پٹخا ہو۔۔۔

اپنی مرضی ہو تو جس کے بھی ساتھ مرضی کھڑے ہو کر عشق کی پینگیں بڑھاتی ہے میرے بیٹے نے تو ہاتھ ہی پکڑا تھا کون سا گناہ کیا ہے؟ سن لیتی اس کی بات اس نے کون سا اسے کھا ہی جانا تھا

زینب شاہ نے اپنی بات جاری رکھی مگر اسے مزید اپنے بارے میں کچھ بھی سننے کی تاب نہ تھی اس وقت وہ ناقدری کی آخری حد پر کھڑی تھی اس کے درد بھرے آنسو نکل کر اس کے رخساروں کو مزید دہکانے لگے سینہ درد سے جل کر راکھ ہوتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔۔

****

فائقہ شاہ کی بھابھی نگینہ شاہ نے آج اپنے مرحوم شوہر کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کرر کھا تھا جس میں انہوں نے اپنی نند فائقہ شاہ کو بھی بلایا تھا اتنے عرصے بعد وہ اپنے سب بچوں سمیت وہاں آئی تھیں۔

اس دوران ان کی نظر اپنی یتیم بھانجے اور بھانجیوں پر گئی جو سب اعلی تعلیم حاصل کرر ہے تھے ان کے بچوں میں سب سے بڑی بیٹی عنایا پھر بیٹا منیل، ایمان، عنادل انمتعہ اور حرم شامل تھے۔

فائقہ شاہ نے وہاں سے واپس گھر آتے ہی اپنی سب سے بڑی بیٹی حجاب سے اپنی پسندیدگی ظاہر کی کہ انہوں نے اپنے میکے میں اتنے عرصے بعد جا کے

۔ یہ محسوس کیا ہے کہ ان کی یتیم بھتیجیوں کو ان کی شفقت کی زیادہ ضرورت ہے

سخن کے فرسٹ ائیر کی رولنمبر سلپ ضامن واپسی پہ لیتا ہوا آیا۔جب سخن میٹرک میں تھی اور ثمین اسے سکول ملنے گئی تھی۔تب سے اس نے پرائیویٹ ہی پڑھنے کو ترجیح دی۔اور گھر رہ کر پیپرز کی تیاری کرنے لگی۔اب وہ مزید ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔سب ڈائننگ ٹیبل پر اکٹھا ہوئے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے سخن یہ لو تمہاری رول نمبر سلپ ضامن نے اسے متوجہ کیے ہوئے کہا۔

سخن جو سب کے لیے گلاس میں پانی ڈال رہی تھی ایک دم اس کے پاس آئی۔

لائیں دکھائیں ضامن بھائی

ضامن سلپ کو اپنے پیچھے چھپاتے ہوئے اسے جان بوجھ کر تنگ کرنے لگا

؟ ۔۔۔دیں نہ ضامن بھائی میں نے دیکھنا ہے میرا پہلا پیپر کون سے مضمون کا ہے اور کس دن ہے؟ سخن نے اس کے ہاتھ سے سلپ لینے کی کوشش کی۔

ضامن نے اسے اپنے قریب بلایا ادھر آؤ یہ دیکھو سیکنڈ ٹائم بورڈ بنا ہے اور پیر والے دن ہے

سخن کو سب کی توجہ جب اُن دونوں پر ہی محسوس ہوئی اور خاص طور پر زینب پھپھو کی چبھتی ہوئی نگاہیں۔۔۔۔۔۔۔تو بولی ! ٹھیک ہے میں بعد میں خود ہی دیکھ لوں گی۔وہ یہ کہتے ہی کچن کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔

****

فائقہ شاہ جب سے اپنے میکے سے لوٹی تھیں بار بار اپنی بھتیجیوں کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔حجاب سے اپنے دل کی بات کرنے لگیں۔بچپن میں ابا حضور نے جو بے جوڑ نکاح کئے تھے میں شروع دن سے ہی ان کے مخالف تھی مجھے اس وقت ابا حضور کے سامنے بولنے کی جراءت گستاخی کے مترادف تھی۔مگر آج

میں تم سب کی طرف سے بہت فکر مند ہوں۔انہوں نے حجاب سے کہااور خود بستر پر لیٹ کراس بارے میں کوئی حل سوچنے لگیں۔

حجاب نے سب کواپنے کمرے میں بلایا۔۔۔۔کچھ ہی وقت میں سب بہن بھائی اس کے کمرے میں اکٹھاہو گئے تو حجاب نے اپنی مما کی بات سے سب کو آگاہ کیا۔

سب سے پہلے وسام شاہ نے بات میں اپنا حصہ ڈالا مما نے تو آج دل خوش کر دیا۔۔۔

میں بھی اس بے جوڑ شادی سے خوش نہیں زارون بولا۔

آیت اور ردا بھی اس کے ہمنوا ہوئیں۔

وہ سب فائقہ شاہ کے کمرے میں داخل ہوئے اور سب نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔۔۔

****

صبح ہوتے ہی فائقہ شاہ نے ناشتے پر سید نقی شاہ اور زینب شاہ کی موجودگی میں اپنی بات کا آغاز کیا۔۔۔

مجھے آپ دونوں سے کچھ کہنا ہے۔انہوں نے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے اپنی بات کا آغاز کیا۔میرے پانچوں بچے اپنے بچپن کے بے جوڑ رشتے کو نبھانے کے لیے تیار نہیں۔۔۔

میری بڑی بیٹی حجاب جو ماسٹرز کر رہی ہے اس کا نکاح سالار سے کیا گیا تھا جو صرف میٹرک پاس ہے اور زمینوں کا کام دیکھ رہا ہے اور اس کے ایسے کئی کارنامے ہیں جو مجھے پتہ چلے ہیں ایسے کردار والے انسان کو میں اپنا داماد ہر گز نہیں بناؤں گی۔

مگر!!!!!! زینب شاہ نے بیچ میں بولنے کی کوشش کی۔

۔ نقی شاہ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بولنے سے روکا

۔۔۔۔۔ تم بولو اپنی ساری بات بتاؤ میں سن رہا ہوں

انہوں نے فائقہ شاہ کو بات جاری رکھنے کا کہا۔

زارون، ردا، آیت بھی ناخوش ہیں

جبکہ میرا بیٹا سید وسام شاہ جو UET سے سول انجینئرنگ کر رہا ہے اس کا بھی انٹر پاس جزاء سے کوئی جوڑ نہیں۔ بات پڑھائی کی نہیں مگر مجھے ان بچوں کی عادات اور رویے بھی پسند نہیں۔

میں اپنے بچوں کی طرف سے آج ہی یہ فیصلہ کرتی ہوں کہ نہ ہی میں آپ سے اور نہ ہی زینب سے اپنے کسی بیٹا اور بیٹی کے رشتے داری رکھنا چاہتی ہوں۔ کچھ ہی

دنوں میں سب کو طلاق اور خلع کے پیپرز مل جائیں گے فائقہ شاہ اپنی بات کہتے ہی اٹھ کھڑی ہوئیں

!!!ایک منٹ رکو

سید نقی شاہ نے فائقہ شاہ کو مخاطب کیا۔

اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے تو ٹھیک ہے پھر تمہیں جائیداد میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا وہ بولے۔۔۔

جائیداد میں جتنا حق آپ کا ہے اتنا ہی میرے مرحوم شوہر کا بھی تھا اور میں اپنے بچوں کے حق کو کسی کو بھی چھیننے کی اجازت نہیں دوں گی چاہے اس کے لیے مجھے عدالت کا در کھٹکھٹانا پڑے اپنی بات مکمل کیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی

جب کہ زینب شاہ کی ان کی باتیں سن کر تلملا کر رہ گئیں۔ مگر بڑے بھائی کے سامنے بولنے کی ہمت نہ کر سکیں۔

****

فائقہ شاہ آج نگینہ شاہ کی طرف آئی تھیں تاکہ ان سے اپنے بچوں کے رشتے کی بات کر سکیں۔

نگینہ بھابھی!

جی بتائیں کیا بات ہے؟ نگینہ نے اپنی توجہ پوری طرح ان پر مرکوز کی۔

مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے فائقہ شاہ نے کہا۔

جی جی بتائیں کیا بات ہے ایسی کونسی بات ہے جس کو بتانے میں آپ ایسے تمہید باندھ رہی ہیں اور ہچکچا رہی ہیں آپ بے جھجک ہو کہ کہیں وہ بولیں۔

مجھے اپنی بھتیجیاں بہت پسند آئی ہیں میں ان کو ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔۔

آپا میرے لیے یہ بہت خوشی کی بات ہو گی مگر جب سے مظفر ہمیں تنہا چھوڑ کر گئے ہیں میری اور میرے بچوں کی کفالت الیاس بھائی کر رہے ہیں وہ مجھ سے زیادہ میرے بچوں پر حق رکھتے ہیں اس سلسلے میں جو بھی بات ہو آپ ان سے ہی کریں ۔میں اس بارے میں آپ کی مدد نہیں کر سکتی نگینہ شاہ نے کہا۔۔

****

فائقہ شاہ کے جانے کے بعد نگینہ شاہ نے عنایہ اور ایمان کو اُن کے آنے کا مقصد بتایا۔۔

ایمان ان کی یہ بات سنتے ہی پھٹ پڑی۔

آپ ساری زندگی اپنے رشتوں داروں کے آگے جھک کر رہی اور ان کی خوشی کے لئے اپنی اولاد کو قربان کر دیا۔ پہلے نیچے رہتی سکینہ مامی کی زندگی میں بیٹی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے مجھے قربان کیا۔ جنہوں نے نا تو میری پڑھائی پر توجہ دی۔

اور ساری زندگی مجھے ملازموں سے اوپر کا درجہ نہ دیا اور مجھ مڈل پاس کو اپنے ایک ان پڑھ بھانجے سے بیاہ دیا۔ جس کی زندگی نے پانچ سال بعد مجھے دغا دے دیا۔ انہوں نے کبھی مجھے بیٹی کا درجہ نہ دیا وہ چاہتی تو مجھے اپنے سٹیبلیشڈ بیٹے سے بیاہ سکتی تھیں۔ میں ان کی غلط فیصلوں کی بھینٹ چڑھی آج بیوگی کی زندگی نہ گزار رہی ہوتی۔

ایمان تم کیسی باتیں کر رہی ہو تم پر سارا الزام مما پر نہیں دھر سکتی۔ ماں کبھی اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتی۔ سکینہ مامی چاہے کیسی بھی ہوں ماموں نے کبھی ہمارا برا نہیں چاہا اور ہمیں باپ کی کمی کبھی محسوس نہیں ہونے دی۔

ایمان یہ سن کر پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے نکل گئی

عنایہ نے اپنی مما کو افسردہ دیکھ کر ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

ماما مجھے آپ کا ہر فیصلہ قبول ہے آپ ایمان کی باتوں کی فکر نہ کریں وہ اپنی زندگی میں گزرے تلخ تجربات سے چڑچڑی ہو چکی ہے اللہ تعالی نے چاہا تو وہ جلد ہی اس ٹراما سے باہر نکل آئے گی۔۔

سید سکندر شاہ نے زینب شاہ اور فائقہ شاہ دونوں کے بچوں کے آپس میں نکاح کروا دیئے۔

مگر ان کی وفات کے بعد سب نے ایک دوسرے سے نکاح کا رشتہ ختم کر دیا۔

اب فائقہ شاہ اپنے بچوں کی شادی اپنے میکے اپنی بھابھی نگینہ شاہ کے ہاں کرنا چاہتی ہیں۔

زینب شاہ نے اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی خاندان میں کہیں اور طے کر دی۔

****

اب پڑھیے آگے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لڑکے والے آئے اور سادگی سے دونوں دلہنوں کی مہندی کی تمام رسمیں ادا کیں۔ نقی شاہ نے مہندی پر کسی بھی شور شرابے اور ہنگامے سے پرہیز کرنے کا پہلے سے ہی حکم جاری کر رکھا تھا۔اس لیے سادگی سے لڑکے والے رسم ادا کر کے جا چکے تھے۔

نقی شاہ اور عالم شاہ بھی اپنے اپنے کمروں میں آرام کی غرض سے بڑھ گئے۔ جبکہ ینگ جنریشن ساری ابھی بھی وہیں جمی آپس میں کچھ ہلہ گلہ کرنے کے چکروں میں تھی۔۔

سیدہ زینب کی دیورانی ماہرہ بھی اپنے بیٹے حنان کے ساتھ شادی میں شرکت کے لیے حویلی میں ہی ٹھہری ہوئی تھیں۔

زینب باجی! ماہرہ نے انہیں مخاطب کیا

ہاں کیا بات ہے؟ وہ بولیں

یہاں سردی کافی بڑھ گئی ہے کیوں نہ چائے ہو جائے اس وقت؟ انہوں نے فرمائش کی

!زینب شاہ نے سخن کو آواز دی۔ سخن ادھر آؤ

سخن جس نے آج لیمن کلر کا سادہ سا پاجامہ شرٹ جس پر لیمن اور پرپل کنٹراس کا ڈبل ڈائی دوپٹہ جس کے کناروں پر باریک سا گوٹا لگا ہوا تھا سر پر اوڑھے بنا میک اپ کے سادہ سا چہرہ لیے وہ سامنے آئی۔

جی پھپھو جان! آپ نے بلایا تھا؟ اس نے نظریں نیچے کیئے ان سے پوچھا۔

سب کے لئے چائے بنا کر لاؤ۔

جی یہ کہتے ہی وہ کچن کی جانب بڑھ گئی۔۔

کیا کیا جائے سب ابھی یہی سوچ رہے تھے کے وسام شاہ جو

حنان کے ساتھ ایک ہی کالج میں پڑھ چکا تھا اور حنان کے

اندر چھپے سنگر کو اچھے سے جانتا تھا۔اسے آج بھی یاد تھا

کہ حنان نے کالج کی فیرویل پارٹی میں اپنے گٹار کے ساتھ

ایسے سر بکھیرے تھے کہ کالج کی سب لڑکیاں اور لڑکے اسے سن کر اس کے دیوانے ہو گئے تھے۔۔

حنان تم اپنا گٹار ساتھ لائے ہو؟ وسام شاہ نے پوچھا

حنان نے وسام کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ وہ نہیں گائے گا۔۔

آج کوئی بہانہ نہیں چلو ہم سب کو بھی آج کچھ سناؤ۔۔۔وسام بولا

حنان جس روم میں ٹھہرا ہوا تھا کسی کو کہہ کر وہاں اسے اپنا گٹار منگوایا۔

سخن نے آکر سب کو چائے پیش کی وہ سب کے پاس باری باری جا کر کپ تھما رہی تھی۔۔

ہاتھوں میں گٹار لیے حنان نے گانا شروع کیا۔۔۔

Shining in the setting sun like a pearl up in the ocean.

Come on feel me ,come on feel me

Come on heel me , come on heel me.

سخن نے حنان کے قریب اس کی چائے کا کپ رکھا پل بھر کے لئے اس کی نظر حنان کی طرف اٹھی۔

حنان اس کے چہرے کی معصومیت بھری سوگواری میں جیسے کھو ہی گیا۔۔۔۔۔

تیرا ہونے لگا ہوں جب سے ملا ہوں۔

تجھ میں کھونے لگا ہوں جب سے ملا ہوں

حنان نے سخن کی طرف دیکھتے ہوئے گانے کے بول ادا کیے۔۔۔

وہ اس کی دل سوز آواز کو چاہ کر بھی اگنور نہیں کر پا رہی تھی

حنان کی نظریں صرف اس پری وش کے چہرے پر تھیں۔۔

جبکہ سخن کی کیفیت کچھ یوں تھی کہ دل ابھی حلق میں آجائے گا۔اگر کسی نے بھی گانا گانے والے کی نظروں کے تعاقب میں اسے دیکھ لیا تو وہ ضرور اپنی رہی سہی قدر بھی گنوا بیٹھے گی

۔سامنے والے کے الفاظ اسے اپنے دل میں اترتے ہوئے

محسوس ہو رہے تھے پہلی بار کسی نے دل سے اس کی

خواہش کی تھی چاہا جانا کسے پسند نہیں اور آج تو پہلی

بار کسی کی نظروں میں اپنے لئے ایسے پاکیزہ جذبات

دیکھے تھے نہ کہ ہوس بھرے۔اس سولہ سالہ زندگی میں

پہلی بار کسی کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھا تھا۔پیارو

محبت جیسے جذبات سے شاید آج بھی وہ انجان تھی۔ کچی

عمر کا یہ پہلا احساس، میٹھی خوشبو، سہانے سپنے اسے

اپنی اس جہنم زدہ زندگی میں معطر ہوا کا جھونکا لگے

کاش! یہی وہ شہزادہ ہو۔ جو اسے یہاں سے دور لے جائے

مگر کچھ کاش شاید بنے ہی کاش ہونے کے لیے ہوتے ہیں۔

****

فون پر جب سید نقی شاہ نے اپنے بیٹے ضامن کی کال آتی دیکھی تو یس کا بٹن دبا کر کال اٹھائی۔

السلام علیکم ! بابا کیسے ہیں آپ ؟ ضامن نے پوچھا۔

کیسا رہا فنکشن اس نے پوچھا؟

سب کچھ اچھے طریقے سے ہو گیا وہ بولے

سوری بابا میں آپ کی مدد کروانے کے لیے وہاں موجود نہیں، ضامن نے معذرت بھرے لہجے میں ان سے بات کی۔

کوئی بات نہیں تم اپنے انٹرویو پر توجہ دو یہاں کی فکر نہ کرو۔

پولیس فورس جوائن کرنا تمہارا خواب ہے اس کو ضرور پورا کرو۔ تم نے باقی سارے ٹیسٹ کلیئر کر کے مجھے خوش کر دیا اب لاسٹ انٹرویو ہی رہ گیا ہے اس میں بھی پاس ہو کر اپنے بابا کا سر فخر سے بلند کر دو۔

تاکہ میں بھی سینہ چوڑا کر کے سب سے کہہ سکوں کہ میں بھی قوم کے محافظ کا باپ ہوں ہو سید نقی شاہ نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

ان شاءاللہ کہتے ہی ضامن نے کچھ اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد فون بند کر دیا۔

****

۔ فنکشن کے اختتام پر سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے

رات کو اچانک عنادل کی کمر اور پیٹ میں درد کی شدید

لہرا اٹھی جو اس کے لیے ناقابل برداشت تھی عنادل کی یوں

ایک دم سے بگڑتی حالت دیکھ کر نگینہ شاہ کے تو ہاتھ

پاؤں پھول گئے منیل اور نگینہ شاہ دونوں عنادل کو ہسپتال لے گئے

ڈاکٹر نے عنادل کا چیک اپ کیا اور اس کی مسلسل بڑھتی

درد کی شدت میں کمی لانے کے لیے اسے پین کلر لگایا۔۔۔

پین کلر لگانے کے باوجود اس کی حالت میں کوئی بہتری نہیں آئی تو منیل نے نگینہ

شاہ سے کہا ۔

ماما مجھے لگتا ہے ہمیں عنادل کا شہر کے کسی اچھے

ہسپتال سے چیک اپ کروانا چاہیے۔میں یہاں کے علاج سے

مطمئن نہیں منیل جو خود ڈاکٹر بن رہا تھا وہ بولا ہم کہیں اور چلتے ہیں ۔

نگینہ شاہ نے حویلی واپس آکر فائقہ شاہ کو تمام بات

بتائی۔اوران سے شادی کے باقی فنکشنز میں شرکت نہ

کرنے کی معذرت تھی۔اپنے سب بچوں کو ساتھ لیے واپس گھر کی راہ لی۔

گھر واپس آکر بھی عنادل کی طبیعت نہ سنبھلی تو وہ دونوں تڑپتی ہوئی عنادل کو ساتھ

لیے ایک پرائیویٹ ہاسپٹل میں آئے۔

وہاں کے ڈاکٹرز کو منیل نے عنادل کی طبیعت کے بارے میں تفصیل سے بتایا

۔ ڈاکٹرز نے عنادل کا تفصیلی چیک اپ کیا اور الٹرا ساؤنڈ بھی کیا

کچھ دیر بعد جب الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ آئی تو ڈاکٹر نے انہیں بتایا کے جو بھی ٹریٹمنٹ میں انہیں دیا گیا ہے اس ڈوز نے ان کے گردوں کو اتنا متاثر کیا ہے کہ ان کی دونوں کڈنیز ڈیمج ہو گئی ہیں اور ٹھیک سے کام نہیں کر رہی ۔

ڈاکٹر نے منیل اور نگینہ شاہ کو اس کی کنڈیشن سے آگاہ کیا۔۔۔

وہ دونوں پریشانی کی کیفیت میں اس ناگہانی آفت پر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔۔۔۔

آپ پریشان نہ ہوں اس جدید دور میں اس مرض کا علاج موجود ہے میں نے وقتی ٹریٹمنٹ کر دی ہے اب وہ کچھ بہتر ہیں۔آپ ان کا اچھے سے خیال رکھیے گا۔وہ زیادہ تیز نہ چلیں،اور وزنی چیزیں بھی نہ اٹھائیں اور آپ انہیں زیادہ سے زیادہ آرام کرنے دیں آپ کو ان کی ادویات اور کھانے پینے کا خاص دھیان رکھنا ہو گا۔ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز سے انہیں کہا

****

رخصتی اور ولیمہ کا فنکشن بھی خوش اسلوبی سے گزر

گیا۔صبح سب مہمانوں نے واپس جانا تھا سخن کچن میں

برتن دھونے میں مصروف تھی۔کہ کسی کے آنے کی آہٹ پر

پیچھے مڑ کر دیکھا۔تو سامنے حنان کو کھڑا پایا۔

جس کی پر شوق نگاہیں اس پر ہی جمی ہوئی تھیں

سنیں سخن جی! حنان نے کہا۔

سخن نے خود کو اتنا احتراماً مخاطب کیے جانے پر نظر اٹھا کر حنان کی طرف دیکھا۔۔۔

میں ایک سٹریٹ فارورڈ انسان ہوں۔ادھر ادھر بات گھمانے کی بجائے میں سیدھا مدعے پر آتا ہوں۔

سخن اس کی اگلی بات شروع ہونے سے پہلے ہی بولی۔پلیز آپ جائیں یہاں سے ۔۔۔ کوئی آجائے گا اور ہمیں اس طرح ساتھ دیکھ کر جانے کیا سوچے

پلیز میری ایک بار بات تو سن لیں !!! حنان نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

جی جلدی بتائیں کیا بات ہے؟

سخن نے اس کے ادب ولحاظ والے لہجے سے متاثر ہوتے ہوئے اس کو بات کرنے کی اجازت دی۔

حنان نے ایک بریسلیٹ جس پر S کے ساتھ خوب صورتی سے H بنا ہوا تھا اس کی طرف بڑھایا۔۔۔۔۔

یہ میری طرف سے ایک یاد ہے جو میری غیر موجودگی میں آپ کو میرا احساس دلائے گی میں یہاں سے جاتے ہی اپنی ماما سے آپ سے رشتے کی بات کروں گا۔۔

۔۔۔ میں ہمیشہ کے لئے آپ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں

؟۔۔۔ کیا آپ میری محبت قبول کر کے مجھے یہ اعزاز بخشیں گیں

.. حنان نے بریسلیٹ والا ہاتھ سخن کی طرف بڑھایا

پلیز میں اسے نہیں لے سکتی۔۔ سخن نے اس کے آگے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کیا۔

میرے دل میں آپ کے لیے تو کیا یا کسی کے لیے بھی کوئی جذبات نہیں میں نہیں چاہتی کہ کوئی یہ کہے کہ سخن اپنی ماں پر گئی ہے یہ تہمت خود پر نہ لگنے دینے کے لئے چاہے مجھے اپنی زندگی بھی قربان کرنی پڑے تو میں دریغ نہیں کروں گی۔۔۔

اگر آپ واقعی دل سے مجھے چاہتے ہیں تو میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریئے

گا اور ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے۔ میری راہ میں کبھی مت آنا۔ اور پلیز مجھے

بھول کر اپنی زندگی میں کچھ الگ خوشیاں تلاش کریں۔۔

سخن یہ کہتے ہیں ہیں فوراً کچن سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

****

ڈاکٹر نے منیل کو بتایا یا کہ اس عنادل کی دونوں کی ڈیس انفیکٹڈ ہو گئی ہیں۔ اور اس

کا واحد حل کڈنی ٹرانسپلانٹ ہے۔ آپ کو میچنگ ڈونر کا انتظام کرنا ہو گا آپریشن کی

۔ کامیابی پر ہی ان کی باقی زندگی کا انحصار ہے

وقت گزرتا جارہا تھا اور عنادل کی حالت مزید بگڑتی جارہی تھی جو بھی عنادل کے بارے میں سنتا اس کی خبر لینے آتا۔

ڈاکٹر نے فیملی کے سب افراد کے سیمپل لیے مگر کسی کا بھی سیمپل میچ نہیں ہوا نگینہ شاہ کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

ڈاکٹر نے آج فون پر اطلاع دی کہ میچنگ ڈونر مل گیا ہے آپ پیشنٹ کو لے کر ہسپتال آجائیں تاکہ ہم جلد سے جلد آپریشن کر سکیں۔

سب لوگ ہسپتال پہنچ چکے تھے۔ فیملی کے باقی لوگ بھی مسلسل نگینہ شاہ سے فون پر عنادل کا حال دریافت کررہے تھے۔ جبکہ عنایہ،ایمان،انعمتہ،اور حرم گھر

میں میں رہ کر قرآنی آیات کا ورد کرتے ہوئے اپنی بہن کی سلامتی کے لیے دعا کر رہی تھیں۔

نگینہ شاہ بھی ہاتھ میں تسبیح تھامے اپنے رب سے عنادل کی صحت یابی کے لئے دعا گو تھیں۔

ایک طویل انتظار کے بعد آپریشن تھیٹر کی لائٹ آف ہوئی۔اور ڈاکٹر نے تھیٹر سے باہر آکر آپریشن کامیاب ہونے پر ان کو مبارکباد دی۔

نہ دل کو آئی سی یو سے سے شفٹ کر دیا گیا گیا جبکہ شیشے کے اس پار بستر پر لیٹا ہوا وجود اپنے درد کو بھلائے اس کے درد سے مکمل آشنا تھا مگر وہ وہ اس کے پاس جانے

سے انکاری تھا کیونکہ ان حالات میں وہ سب کا سامنا نہیں کر سکتا تھا اس کے وجود میں اس کی روشنی کی کرن تھی۔

****

عنادل اب کافی بہتر محسوس کر رہی تھی۔اس کی خبر لینے سب آئے مگر وہ دشمن جان ایک بار بھی اس کا حال پوچھنے نہیں آیا جس کا اسے انتظار تھا وسام شاہ تم کیا میری چاہت کی شدت کبھی محسوس نہیں کر پاؤ گے؟ عنادل نے اس کے خیالی عکس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

اس کی سب بہنوں اور بھائی نے مل کر اس کا خوب خیال رکھا

۔اب ساری زندگی عنادل کو دوائیوں پر ہی گزارنا تھی۔کیونکہ ایک کڈنی والے انسان کے لئے دوائیاں اس کی زندگی کا مستقل حصہ بن جاتی ہیں۔

اور جس نے اسے ڈونر دیا ہے اس کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہ ہوگا۔اسے بھی ساری زندگی عنادل کی طرح میڈیسنز پر ہی گزارنی تھی جانے وہ کون انسان کے روپ میں فرشتہ تھا جس نے ایک مردہ وجود میں نئ جان پھونکی تھی؟

****

سیدہ فائقہ شاہ آج عنادل کی عیادت کے لیے آئی ہوئی تھی انہوں نے اپنی بھابھی نگینہ شاہ سے جو بات کہی تھی وہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔انہوں نے وسام شاہ کے لئے عنادل کا ہاتھ مانگا تھا ۔

نگینہ شاہ دل میں تو بہت خوش تھیں۔

میری ابھی دو بیٹیاں جو عنادل سے بڑی ہیں میں ان کو چھوڑ کر اس کی شادی کیسے پہلے کر دوں؟ نگینہ شاہ بولی

بڑی بیٹیوں کی بات ہے تو اس طرح تو میری بھی بیٹیاں وسام سے بڑی ہیں مگر میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔میں اپنے مرحوم بھائی کے لیے یہ سب کر رہی ہوں۔میرے فیصلے سے اُس جہاں میں میرے بھائی کی روح بہت خوش ہو گی۔

اگر میں اس کی چھوڑی ہوئی ذمہ داری نبھاؤں تو اس کی روح کو قرار ملے گا

بھابی آپ مجھے بس ہاں کر دیں فائقہ شاہ نے کہا۔

میں ایسے اکیلے فیصلہ نہیں کر سکتی پہلے مجھے الیاس بھائی سے مشورہ کرنا ہو گا۔ نگینہ شاہ نے کہا

ٹھیک ہے آپ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں بلی میں اگلی بار میں آپ سے ملوں تو آپ کا جواب اقرار میں ہی ہونا چاہیے انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنی بات مکمل کی ۔

****

سید نقی شاہ لائبریری میں بیٹھے کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ سخن نے اندر آکر چائے کا کپ ان کے قریبی ٹیبل پر رکھا

تایا جان آپ کی چائے۔۔۔۔انہیں آگاہ کرتے ہی جانے لگی۔

سخن رکو!!! سید نقی شاہ کی روب دار آواز سن کر وہ واپس پلٹی۔

مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے یہاں بیٹھو قریب رکھی کرسی پر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔

سخن گھبراتے ہوئے اس کرسی پر بیٹھ گئی اور ان کے بولنے کی منتظر تھی۔

تمہاری پھپھو زینب نے اپنے بیٹے سالار کے لیے تمہارا ہاتھ مانگا ہے۔

ان کی بات سن کر سخن کا رنگ ایک دم زرد پڑا۔۔۔

اور سانس جیسے رکنے لگا۔

میرے لیے تم میری بیٹی کی طرح ہو میں تم سے ایک باپ کی طرح اس رشتے کے بارے میں تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں ۔

اس نے خود میں ہمت جتائی اور مضبوط لہجے میں کہا تایا جان!

میں سالار بھائی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تی ان کے علاوہ دنیا میں جس سے بھی کہیں گے میں آپ کا مان رکھوں گی۔آپ چاہے کسی راہ چلتے ہے فقیر سے بھی میری شادی کروادیں گے تو میں آف تک نہ کروں گی مگر پلیز سالار بھائی سے بالکل بھی نہیں۔

بات مکمل کرتے ہی ضبط کا باندھ ٹوٹ گیا اور آنسو روانی سے اس کے گال بھگونے لگے۔۔۔

ٹھیک ہے اب تم مجھ سے کی گئی اپنی بات یاد رکھنا۔

میں زینب کو کسی بھی طرح سمجھا بجھا کر معاملات سنبھال لوں گا مگر اس کے بعد میں تمہارے لئے جو فیصلہ کروں گا وہ میرا حتمی فیصلہ ہو گا سید نقی شاہ نے سخن ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنی کی گئی بات پر اس کا رد عمل جاننا چاہا۔۔۔

جی تایا جان مجھے آپ کا ہر حکم قبول ہے۔۔۔۔۔

اور میں پرائیویٹ تیاری کر کے اپنا گریجویشن کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں اس سلسلے میں مجھے آپ کی اجازت درکار ہے۔

ٹھیک ہے تم تیاری کرو میں کسی کالج سے رابطہ کر کے تمہارا پرائیویٹ داخلہ بھجوا دوں گا۔۔۔۔

****

الیاس صاحب صاحب آج اوپر آئے تھے کسی سے سلسلے میں نگینہ شاہ سے بات

۔ کرنے کے لیے ایمان نے چائے بنا کر ان کے سامنے رکھی

ایمان جاؤ اپنے کمرے میں انہوں نے اس سے کہا مجھے تمہاری مما سے کچھ ضروری

بات کرنی ہے

عنادل جو کمرے میں بیٹھی اپنی بڑی بہن ایمان کا نام سن کر اس کے کان کھڑے

ہوئے ہوئے آخر ماموں کو کیا بات کرنی ہے؟

نگینہ بہن میں چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے سجاول کا اور ایمان کا رشتہ ہو جائے۔۔۔

بھائی صاحب آپ سے کون سی بات چھپی ہوئی ہے ایمان

کی آپ تو سب جانتے ہیں اس کے بارے میں پھر بھی آپ

اس کے ساتھ اپنے بیٹے کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں نگینہ شاہ

نے کہا۔مجھے پتا ہے ایمان کی شادی آج سے پانچ سال پہلے

جو ہم نے شادی کروائی تھی اس کے شوہر کی ہارٹ اٹیک

کی وجہ سے موت ہو چکی ہے۔ مگر اس میں بیچاری بچی کا

تو کوئی قصور نہیں تھا۔اس میں ضرور اللہ پاک کی ہی

کوئی مصلحت ہو گی۔ ہم یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے تو نہیں

بیٹھ سکتے۔ کسی کے چلے جانے سے زندگی نہیں رکتی اس

لئے میں نے سوچا ہے ایمان کو پھر سے اپنی زندگی خوشی

سے گزارنے کا موقع ملنا چاہیے۔ تو بتائیں آپ کیا کہتی ہیں اس بارے میں ؟ الیاس شاہ نے کہا

آپ کے خیالات جان کر مجھے بہت خوشی ہوئی آپ نے

مظفر کے چلے جانے کے بعد میرا اور میرے بچوں کا بہت

۔ خیال رکھا ہے۔ اس کے لیے میں تاعمر آپ کی مشکور رہوں گی نگینہ شاہ نے کہا

اور میں چاہتا ہوں کہ نوریز سے عنادل کی بھی نسبت طے کر دی جائے۔ انہوں

۔ نے اپنے دوسرے بیٹے کے بارے میں بھی بات کی

نگینہ ان کی یہ بات سن کر تھوڑا سا گھبرائیں۔۔۔ مگر بھائی صاحب فائقہ شاہ بھی میرے پاس وسام شاہ اور عنادل کا رشتہ طے کرنے کی بات کر کے گئی ہیں

میں آپ کو یہ بات کافی دنوں سے بتانا چاہتی تھی۔

عنادل جو یہ سب کان لگا کر سن رہی تھی۔اب مزید اس سے اپنے آپ پر کنٹرول نہ ہوا تو باہر آگئی اور تن کر الیاس

صاحب کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

آپ نے بابا کے چلے جانے کے بعد مانا کہ ہماری کفالت کی ہے "

مگر اس کا بدلا آپ ہم سے اس طرح چکائیں گے مجھے آپ

سے یہ امید نہیں تھی مجھے کسی اور کا رشتہ کہیں بھی

ہونے سے فرق نہیں پڑتا مگر میں اپنے بارے میں اتنا بڑا فیصلہ لینے کا حق خود رکھتی

ہوں۔"

میں میری ایک بات سب کان کھول کر سن لیں میں شادی کروں گی تو صرف "

"سید وسام شاہ سے ورنہ ساری زندگی کنواری ہی بیٹھی رہوں گی

عنادل نے اونچی آواز میں ان دونوں کے سامنے اپنے دل کی بات بتائی۔الیاس صاحب تو عنادل کے اس رویے پر ششدر رہ گئے۔انہیں عنادل سے اس شدت پسندانہ رویے کی توقع نہ تھی۔۔

یہ سب بات کہتے ہوئے عنادل کی سانسیں پھولنے لگیں۔نگینہ نے جلدی سے ۔ اٹھ کر اسے تھاما اور اسے صوفے پر لا کر بٹھایا

عنادل کی طبیعت اور اس کے رویے کو دیکھتے ہوئے الیاس صاحب نگینہ شاہ سے بولے

آپ فائقہ شاہ کو عنادل کے لیے ہاں کہہ دیں۔مجھے کوئی اعتراض نہیں۔مگر ایمان والی بات نہ بھولیے گا۔وہ یہ کہتے ہی تھکے قدموں سے نیچے چلے گئے۔

سخن اپنے بستر پہ لیٹے ہوئے آج تایا جان کی کہی گئی بات کے بارے میں سوچ رہی تھی۔شادی جیسے بندھن میں بندھنا۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے درد بھری آہ لی ۔۔۔آنکھیں بند کرتے ہی اپنے بچپن میں گزرے سارے پل اس کی آنکھوں میں لہرانے لگے۔۔۔۔۔۔

سخن اٹھو!!!

دیکھو تمہارے بابا مجھے مار رہے ہیں۔

اپنی مما کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

سخن جو ٹھٹھرتی سردی کے باعث رضائی میں دبکی ساکت وجود سمیت پہلے سے ہی سب کارروائی محسوس کر سکتی تھی۔ان کی آواز سن کر مزید آنکھیں زور سے میچیں۔

انہوں نے لحاف سے اس کے سوئے ہوئے وجود کو زور سے ہلایا۔

سخن نے اٹھ کر بیٹھتے ہی اپنی آنکھیں مما کے وجود پر گاڑیں، جو کمر پر پڑنے والے سٹک کے نشان اسے دکھا رہی تھیں۔دیکھو تمہارے بابا مجھے مار رہے تھے وہ اپنی آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے بولیں۔

بابا پر نظر پڑی تو توان کی قمیض کے دونوں بازو پھٹے ہوئے تھے۔یہ ضرور اس کی ماما کا ہی کام تھا اس نے دل میں سوچا۔بابا اپنی صفائی میں کچھ نہیں بولے بس اپنی بیٹی کی آنکھوں میں دیکھتے رہے کہ کیا اسے اپنے بابا پر یقین ہے یا نہیں ۔

ان کی آنکھوں میں ایک درد کی تحریر چھپی تھی۔

یہ سب ان دونوں کی آپسی ہاتھا پائی میں ہی ہوا ہوگا سخن نے سوچا ۔۔۔

ان دونوں کالڑائی جھگڑا اب تو روز کا معمول بن چکا تھا۔

بابا روز نشہ کر کے گھر آتے اور ماما سے یہ بات برداشت نہ ہوتی انہیں اپنی زندگی میں اپنا مستقبل برباد ہونے کا خدشہ لاحق ہوا تو وہ اسی سلسلے میں صبح اٹھ کر تیار ہوئی اور سخن کو بھی ابھی کپڑے استری کر کے پہنانے لگیں ۔

مما ہم کہاں جارہے ہیں؟ سخن نے معصومیت سے پوچھا۔

ہم بڑی خالہ کی طرف جارہے ہیں انہوں نے کہا ۔

ماں مجھے بڑی خالہ کی طرف نہیں جانا آپ خود تو ان کی طرف جا کر ان سے باتیں کرنے لگ جاتی ہیں ۔

اور سارا دن ان کے ساتھ کمرے میں ہی رہتی ہیں۔جب کہ ان کے بچے جو مجھ سے اتنے بڑے ہیں وہ مجھے چوزوں والے کمرے میں لے جاتے ہیں اور میرے اوپر جان بوجھ کر چوزے پھینکتے ہیں۔مجھے ڈر آتے ہیں اور کبھی تو وہ مجھے چوزوں والے کمرے میں بھی بند کر دیتے ہیں۔آپ کو پتہ ہے نا کہ مجھے چوزوں سے کتنا ڈر لگتا ہے۔اس نے رندھی ہوئی آواز میں اپنی ماں کو بتایا جیسے وہ پھر سے اسی منظر سے گزر رہی ہو۔

اچھا تم رومت میں سب کو منع کروگی کہ تمہیں تنگ نہ کریں۔انہوں نے اسے تسلی دی۔

اور مما میں جب بھی ان کے گھر جاتی ہوں بڑی خالہ کریلے بناتی ہیں آپ کو پتہ ہے نہ وہ مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہے بہت کڑوے ہوتے ہیں اس نے یہ کہتے ہی برا سا منہ بنایا۔۔۔

اللہ تعالی کی سب بنائی ہوئی چیزیں اچھی ہوتی ہیں اب یہ فضول ڈرامے بند کرو اور جلدی سے جوتے پہنو انہوں نے اس کو مزید باتیں کرنے سے روکا۔

"تم اسے چھوڑ دو میرے پاس آؤ ہم مل کہ بوتیک کھولیں گے۔اور میری نظر میں کافی اچھے رشتے ہیں میں تمہاری ان میں سے کسی سے شادی کروادوں گی میں نے تمہیں پہلے بھی کتنی بار سمجھایا تھا کہ اس سے شادی نہ کرو مگر تم نے میری ایک نہ سنی اب بھگت رہی ہو نہ۔"

ان الفاظ کی سخن کے کانوں تک باآسانی رسائی تھی۔

چلو آج تو یہ سب ختم ہی کرتے ہیں تم میرے اس فیصلے پر راضی ہو؟انہوں نے اس کی ماں سے پوچھا۔ان کے اثبات میں سر ہلاتے ہی وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں جب کے دروازے کی اوٹ میں کھڑی سخن اپنی ماں کے اس فیصلے پر ہونق بنی بت کی صورت کھڑی رہی۔

جلدی چلو گھر اس سے پہلے کہ ذکی آجائے ہم وہاں سے تمہارا سارا سامان لے آتے ہیں خالہ نے کہا۔خالہ نے اپنے سب بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا اور ان کے گھر کا سارا سامان اٹھا کر لے آئیں۔

خالہ گھر کے نیچے والے پورشن میں رہتی تھیں۔ جبکہ اوپر والے پورشن میں کرائے دار رہتے تھے۔اس سب کاروائی میں مغرب کی اذان کا وقت ہوا۔توان سب نے ثمین کے گھر کا سارا سامان سمیٹ کے خالہ کے کمروں میں رکھااور انہیں ۔ تالے لگادیے

سخن برآمدے میں بیٹھی یہ سب کاروائی دیکھ رہی تھی جب اپنی مما کو بھی ان کے ساتھ باہر جاتے ہوئے دیکھا تو بھاگ کر ان سے لپٹ گئی اپنی دونوں ننھی بانہیں جو ان کی ٹانگوں تک ہی بمشکل آرہی تھیں انہیں کسی قیمتی متاع کی طرح جکڑلیا۔

مما آپ کہاں جارہی ہیں؟ سخن نے روتے ہوئے پوچھا

اب میں مزید تمہارے باپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی اس لیے یہاں سے جا رہی ہوں۔

اور مما میں ؟؟؟ سخن نے سوالیہ نظروں سے اپنی مما کی طرف دیکھا۔

تم اپنے باپ کے پاس جاؤ انہوں نے سخن کا ہاتھ جو ان کی ٹانگ سے لپٹا ہوا تھا زور سے جھٹکا۔

ماما میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ سخن نے اپنی دلی کیفیت بتائی۔

جاؤ... اپنے باپ کے سر پے چڑھو شاید تمہیں دیکھ کر اس سے کوئی عقل آجائے

۔کہتے ہی چادر سر پر جمائی اور باہر نکلنے لگیں۔

مگر ماما میں یہاں اکیلی کیسے رہوں گی؟ یہاں پر تو سب لائٹ بھی بند ہیں۔آپ کو پتا ہے نا کہ مجھے اندھیرے سے کتنا ڈر لگتا ہے۔۔۔اس نے گہری ہوتی ہوئی رات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

مگر وہ ماں اپنی پانچ سالہ بیٹی کی بات کو ان سنا کرتی چھوڑ کر اپنی بہن کے ساتھ باہر نکل گئی۔

اندھیرا مزید بڑھ گیا یا وہ برآمدے میں بیٹھی مزید آنسو بہانے لگی

اپنے ننھے ہاتھوں سے آنسو پونچھتی ہوئی سہمے ہوئے بول رہی تھی مما مجھے ڈر لگ رہا ہے"------

یہ کہتے ہوئے ڈر سے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔۔۔۔

مما مما!!!! وہ اپنی ماما کو آوازیں دینے لگی شاید وہ واپس آکر اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔

سخن کے رونے کی آواز سن کے اوپر والے پورشن میں رہتے کرائے دار میں سے ایک شخص نیچے آیا -------

****

ذکی شاہ جب گھر میں داخل ہوئے تو دروازہ کھلا تھا اور خالی گھر انہیں منہ چڑھا رہا تھا انہوں نے ثمین اور سخن کو آوازیں دیں مگر گھر میں کسی کو موجود نہ پا کر پریشان ہوئے۔ابھی وہ ثمین کو فون کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

دروازہ کھولا تو ایک شخص سخن کا ہاتھ تھامے گھر میں داخل ہوا۔۔۔

یہ آپ کی بچی نیچے اکیلی بیٹھی ہوئی رو رہی تھی نیچے والے سب لوگ تالے لگا کر کہیں چلے گئے ہیں انہوں نے ذکی شاہ کو اطلاع دی۔

انہوں نے روتی ہوئی سخن کو گلے لگایا اور اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کیے۔۔۔

چپ کر جاؤ ایسے نہیں روتے میری رانی بیٹی تو بہت بہادر ہے۔ تمہارے بابا تمہارے پاس ہی ہیں انہوں نے شفقت سے اس کہ سر پہ بوسہ دیا۔

اسلام و علیکم ! ثمین سے میری بات کروائیں۔انہوں نے فون کرتے ہی کہا۔

ثمین نے اپنی بہن سے فون لیتے ہوئے کہا۔۔اب میرا تم سے یا تمہاری بچی سے

کوئی واسطہ نہیں اب مجھے مزید تنگ نہ کرنا اور فون بھی نہ کرنا میں تمہارے ساتھ

نہیں رہنا چاہتی آج سے ہماری راہیں الگ ہیں کہتے ہی فون بند کر دیا ۔

فون سے باہر آتی تیز آواز سخن کے کانوں سے مخفی نہ رہ سکی۔

اس وقت اپنی ماں کے جواب سننے کے لیئے اس کا ہر عضو کان بن گیا تھا۔۔

مگر ان کے واپس نہ آنے کے بارے میں سن کر وہ وہیں نڈھال سی ہو کر رہ گئی۔

****

سید وسام شاہ مٹھائی کا ڈبہ لیے مسکراتے چہرے سے فائقہ شاہ کے کمرے میں

آیا۔اور ان کے منہ میں مٹھائی کا ٹکڑا ڈالا یہ مام منہ میٹھا کریں۔۔

آج آپ کا یہ ہینڈسم بیٹا ایس۔ڈی۔او کے عہدے پر فائز ہو گیا ہے۔اس نے کھڑکی کے پاس لے جا کر انہیں گورنمنٹ کی طرف سے ملی بلیک کلر کی قیمتی جیب کی طرف اشارہ کیا جس میں ڈرائیور موجود تھا۔اور قصبے میں ایک خوبصورت کوٹھی بھی جس میں میری رہائش ہو گی۔وسام شاہ نے انہیں تفصیل سے بتایا۔

انہوں نے وسام شاہ کو پیار کرتے ہوئے گلے سے لگایا۔ہمیشہ سلامت رہو اور یوں ہی ترقی کی منازل طے کرتے رہو انہوں نے اس کو دعا دی۔۔

اگر تمہاری ماں آج تم سے کچھ مانگے تو کیا تم اسے دو گے ؟انہوں نے یہ کہتے سید ۔ وسام شاہ کے آگے اپنی جھولی پھیلائی

وہ سامنے پریشانی سے اپنی ماں کی طرف دیکھا بھلا ایسی کون سی بات ہو گی جس کے لئے ان کو ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔

مما آپ پلیز ایسے نہیں کریں آپ تو صرف حکم کریں۔آپ کا یہ بیٹا آپ کے لیے جان بھی دے سکتا ہے وسام شاہ بولا۔

ٹھیک ہے تو پھر میری آج نگینہ سے بات ہوئی میں نے تمہارا اور عنادل کا نکاح طے کر دیا ہے۔یہ بات کہتے ہی انہوں نے وسام کے منہ میں مٹھائی ڈالی۔

وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

مما اس نے پریشانی سے انہیں پکارا۔

۔۔۔ اور فائقہ شاہ اس کے بولنے کی منتظر

میں جانتی ہوں وہ بچی تا عمر دوائیوں پر رہے گی مگر خوف خدا اور احساس بھی کسی چیز

کا نام ہے ۔۔۔ اس خاموشی کو فائقہ شاہ کے ان الفاظ نے توڑا

مگر ماما ابھی میرے سارے بڑے بہن بھائی جن کی شادی نہیں ہوئی ایسے میں کیسے

پہلے ؟؟؟ وسام نے کہا ۔

تم باقی سب کی فکر مت کرو اس وقت میں اپنے مرحوم بھائی کی ایک ذمہ داری کو

پورا کرنا چاہتی ہوں۔

جزااور اجر کی شادی میں وسام شاہ اور چھوٹی انعمتہ کی کافی دوستی ہو چکی تھی وسام شاہ انعمتہ سے فون پر کبھی کبھار حال پوچھ لیتا ہے اور اپنی چھوٹی سی کزن کا فرمائشی پروگرام بھی پورا کرتا۔اس وقت فون پر انعمتہ کی کال آتے دیکھ وسام نے فون اٹھایا۔اتنی رات گئے آخر اس نے کیوں فون کیا؟

۔ اپنی مام سے ایکسکیوز کرتا وہ باہر کی طرف آیا اور فون کان سے لگایا

آگے سے جو بات سننے کو ملی وہ اس کو مزید مشتعل کرنے کو کافی تھی۔۔۔

جیپ میں بیٹھتے ہیں ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا کہا۔

نگینہ شاہ کے گھر کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے۔عنادل کو کال ملائی اور اسے نیچے آنے کا کہا۔۔۔

عنادل کو سامنے سے آتے دیکھ وسام شاہ اس کی طرف بڑھا۔

عنادل کے گیٹ کھولتے ہی اندر لان میں آیا۔۔۔

اور اس کی طرف غصے سے دیکھ کر بولا

'تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی سب کے سامنے میرا نام لینے کی اور یہ سب بکواس کرنے کی. سب یہی سمجھتے ہوں گے کہ یہ سب کرنے کے لیے میں نے تمہیں اکسایا ہے۔

اپنی عزت کی تو کوئی پرواہ ہے نہیں میری بھی خاک میں ملا رہی ہو

'!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ دھاڑا you۔۔۔۔۔۔۔

ویسے یہ ہمت تو تمہیں کرنی چاہیے تھی۔ خیر کوئی بات نہیں تم کرو یا میں بات تو ایک ہی ہے عنادل نے مطمئن انداز میں کہا۔

خود سے نہ دور کیجئے مر جاوں گی حضور

۔ مجرم ہوں پاس رکھ کر سزا دیجئے مجھے۔۔۔ عنادل نے اسے کہا

مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں یہ بات پہلے بھی میں تمہیں اچھی طرح باور کروا چکا ہوں اس کا غصہ ہنوز قائم تھا۔

عنادل نے آگے بڑھ کر اس کی شرٹ کو سینے سے مٹھی میں دبوچا" مجھے تو انٹرسٹ ہے" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا

وسام شاہ نے اس کے ہاتھ سے اپنی شرٹ چھڑوائی۔

بہت پچھتاؤ گی۔اسے وارن کرتا ہوا باہر نکل

سید نقی شاہ کو جب اس رشتے کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے سب کو حویلی ہی مدعو کر لیا۔

تاکہ بار بار آنے جانے کی دقت سے بچ جائیں۔اور حویلی میں سادگی سے نکاح کا فریضہ سرانجام دیا جائے

۔آج کی دن سید وسام شاہ اور عنادل کا نکاح تھا۔ جبکہ زارون اور عنایا کی انگیجمینٹ۔

فائقہ شاہ نے نگینہ شاہ سے عنادل کے بارے میں اقرار سنتے ہی اپنے دوسرے بیٹے زارون جو بینک میں مینجر کے عہدے پر فائز تھا اس کے لیے عنایا کا ہاتھ مانگ لیا تھا۔

نگینہ شاہ نے ایسا اعلیٰ رشتہ ملنے پر فوراً ہامی بھر لی۔

سب لوگ حویلی میں آچکے تھے اور شام کے فنکشن کی تیاریوں میں مصروف تھے ۔جبکہ دلہا صبح کا غائب تھا

عنادل اور عنایا کو تیار کرنے شہر کے ایک اچھے بیوٹی سلون سے ماہر بیوٹیشن آچکی تھی۔

******

ردا جو پنک کلر کی میکسی پہنے تیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر نکلی تو سامنے سے آتے منیل سے ٹکرائی۔۔۔۔۔

آہ! ردا نے درد بھری آواز نکالی۔

انسان ہو یا دیوار؟؟؟؟ ردا نے سوالیہ نظروں سے غصے میں اس کی طرف دیکھا۔

ناانسان نہ دیوار صرف وصرف آپ کا پیار منیل نے اپنی نظریں اس کے خوبصورت سراپے پر جمائیں۔

تمہیں ڈاکٹر کس نے بنایا؟ مجھے تو تم شاعر لگتے ہو وہ بھی تھرڈ کلاس ٹائپ۔۔۔۔

اچھا چلو چھوڑیں اس بات کو کیا آپ کے گھر آئے مہمان کو کھانے پینے کے لئے کچھ پوچھنے کا کوئی رواج نہیں منیل بولا۔۔

سنا ہے آپ بیکنگ بہت اچھی کرتی ہیں اپنے ان نازک ہاتھوں سے اس ناچیز کو بھی کچھ بنا کر کھلائیں کبھی وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا ۔

ردا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالا اور اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی شرم آنی چاہیے تمہیں اپنے سے بڑی لڑکی سے فلرٹ کرتے ہوئے کہتے ہی آگے بڑھی۔

...ردا جی! جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم اس نے پیچھے سے آواز لگائی

****

وسام کہاں ہو؟ فائقہ شاہ نے اس کے فون اٹھاتے ہی پوچھا۔۔

۔۔۔ آرہا ہوں مما!!! اس نے بیزاری سے کہا

عنادل نے آج اناری رنگ کا خوبصورت لہنگا زیب تن کر رکھا تھا ماہر بیوٹیشن نے اس کی خوبصورتی میں مزید چار چاند لگا دیے تھے ۔

دونوں طرف سے ایجاب وقبول کا مرحلہ طے ہوتے ہی عنادل کو لان میں بنے اسٹیج پر لا کر بٹھایا گیا ۔

سید وسام شاہ نے آج بلیو کلر کا تھری پیس سوٹ جس پر

سکائی بلیو شرٹ اور نیوی بلیو ٹائی لگا رکھی تھی اپنے

سلکی بالوں کو آج جیل سے اچھے سے سیٹ کیے پر محفل

پر چھا رہا تھا وہاں آ کر عنادل کے ساتھ بیٹھا۔ ہر رشک بھری

نظر اس بے مثال اور خوبصورت جوڑے پر اٹھ رہی تھیں۔

اسی سٹیج کے دوسرے صوفے پر زارون بیٹھا تھا۔ جس نے

بلیک تھری پیس پر گرے کلر کی شرٹ اور بلیک ٹائی لگا

رکھی تھی۔ وہ بھی اپنے بھائی وسام شاہ سے کچھ کم نہ

لگ رہا تھا۔ عنایا کو اس کی بہنیں لے کر اسٹیج کے قریب

آئیں۔

زارون اس کے آنے پہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس کا ہاتھ تھامنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے

کیا ۔

عنایا نے ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور اپنی

گرے سلور دلکش ہیں کسی سنبھالتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھ گئی ۔

پھر دونوں نے ایک دوسرے کو رنگ پہنائیں۔

توسب نے تالیوں کے ذریعے ان کو مبارکباد دی۔

سب باری باری سٹیج پر آکر دونوں جوڑوں کو سلامتی کی دعا دینے لگے اس دوران زارون نے عنایا کا ایک ہاتھ تھام رکھا تھا۔اور اپنے انگوٹھے سے اس کے ہاتھ کو سہلانے لگا۔

زارون کے اس عمل سے عنایا کا ہاتھ پسینے سے بھیگ چکا تھا۔

۔ جبکہ دوسرے جوڑے کا ری ایکشن ان سے بالکل الٹ تھا

****

رخصتی کے بعد عنادل کو سید وسام شاہ کے کمرے میں لا کر بٹھایا آج اس کے دل کی خواہش پوری ہو چکی تھی جس کو چاہا اس کو پالیا۔ آج وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی بن گئی تھی۔

جو اس کے شدت عشق کا باعث تھا۔ دل اپنے دشمن جان کے آنے سے پہلے اس کے بارے میں سوچتے ہوئے کانپنے لگا۔ جانے اس کا کیا ردِ عمل ہو گا۔ اس نے سوچا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو سامنے وہ حسن کی قدرتی دولت سے مالامال خوبصورتی کا شاہکار آج کیل کانٹوں سے لیس اسی کے بستر پر موجود تھی جو شاید اس کے آنے کا ہی انتظار کر رہی تھی۔

وسام شاہ کو سامنے سے آتے دیکھ بے قراری سے بستر سے نیچے اتری چوڑیوں اور پائل کی چھنکار سے پورا کمرا جھنجھنا اٹھا۔۔۔۔

وسام شاہ نے اس کے قریب آتے ہی اس کی گردن اپنے مردانہ ہاتھ سے دبوچی۔اس کی مظبوط گرفت سے اس کی صراحی دار گردن کی رگیں ابھرنے لگیں۔

اس کی گرم سانسیں خود پر اتنے قریب سے محسوس ہوتے اسے اپنی دھڑکنیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس کے شانے سے دوپٹہ سرکایا۔۔۔۔

اور زور سے اپنے دانت اس کی صراحی دار گردن پر گاڑے۔۔۔

اس نے کرب سے اپنی آنکھیں میچیں مگر منہ سے ایک آواز بھی نہ نکالی۔

تم کیا سہو گی؟ میرے بوسوں کو۔

مجھے عادت ہے کاٹ کھانے کی۔

اس نے طنزیہ انداز میں اسے چبھتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

خاموشی میں اس کی دبی ہوئی سسکیوں کی آواز سنائی دی

اس کی حالت پہ رحم کرتے ہوئے جھٹکا دے کر خود سے دور پھینکا۔

وہ اس افتاد پر سنبھل نہ پائی اور لہراتی ہوئی فرش پر گری

اس نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھا۔

۔۔ میں نے کہا تھا نہ مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں

اس نے پھولوں سے سجی سیج میں سے کچھ لڑیاں توڑیں اور اپنے ہاتھ پر لپیٹتے ہوئے ان کا گولا سا بنا کر اس کے منہ کی طرف اچھالا۔۔۔

یہ لو پھول تمہارے ایک طرفہ عشق کی قبر پر چڑھانے کے لیے" کہتے ہی کبرڈ" کی طرف بڑھا۔

اس نے جانے والے کی پشت کو دیکھا۔اپنی ناقدری پر آنسو بے اختیار ہی اس کے غلافی نین کٹوروں میں بھر گئے ۔

وسام شاہ چینج کیے باہر آیا تو عنادل کو اسی حالت میں زمین پر سسکیوں سے روتے ہوئے پایا جس میں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

سوگ منانا بند کرو! مجھے تمہاری آواز نہ آئے. اس سے پہلے کہ وہ بستر کی طرف بڑھتا ۔

عنادل کسی بھپھری ہوئی شیرنی کی مانند اس پر جھپٹ پڑی۔

تم نے میری چاہت کی انتہا دیکھی ہے سید وسام شاہ اب تم میری نفرت کی انتہا دیکھو گے

اس ذلت کے بعد مجھے ایک پل بھی تمہارا ساتھ گوارا نہیں میں صبح ہوتے ہی تم سے خلع لے لوں گی۔

عنادل نے وسام شاہ کو اس کے دونوں شانوں سے جھنجھوڑتے ہوئے چیخ کر کہا۔

وسام شاہ نے اس کے دونوں ہاتھ جھٹکے اور اس سے پہلے کہ عنادل کے کہے گئے الفاظ پر اس کا ہاتھ عنادل کے منہ پر نشان چھوڑتا اس نے عنادل کی جانب اپنے اٹھے ہوئے ہاتھ کو قابو میں کیا اور بیچ راستے میں روک کر صرف اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

تم نے میرا دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے جاہل عورت جب چاہا شادی کر لی جب چاہا شادی توڑ دی تم نے کیا یہ سب ایک کھیل سمجھ رکھا ہے۔اب اگر میں مزید یہاں رکا تو کچھ غلط نہ کر بیٹھوں ۔

یہ کہتے ہی کبرڈ میں سے بیگ نکالا اپنے کپڑے اور کچھ ضروری سامان رکھ کر بند کیا۔اور اس کمرے میں سے نکلتا چلا گیا۔

****

صبح فائقہ شاہ نے وسام شاہ کو گھر میں نہ پایا تو اسے فون کیا۔

وسام شاہ نے فون پر اپنی مما کی کال آتے دیکھ فون اٹھایا۔

السلام علیکم مما! کیسی ہیں آپ؟وسام نے کہا۔

میں تو ٹھیک ہوں۔ تم کدھر ہو؟ انہوں نے پوچھا

مما میں صبح ہوتے ہی ساہیوال کے لیے نکل گیا تھا۔ میرا

ٹرانسفر وہاں ہو گیا ہے۔ مجھے آج ہی وہی زراعت کے محکمے

میں اپنی آمد کی رپورٹ کرنی تھی۔ میرا یہاں پہنچنا

ضروری تھا اس لیے میں یہاں آگیا۔ میں نے آپ کو اس وقت

ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔میں آپ کو اطلاع نہ کرنے

پر معذرت کرتا ہوں۔مجھے یہاں کچھ دن لگ جائیں گے اس لیے آپ میری میری

۔ فکر نہ کیجیے گا وسام شاہ نے کہا

کوئی بات نہیں بیٹا تم اپنا کام کرو۔

آپ مجھ سے ناراض تو نہیں نہ مام وسام شاہ نے پیار بھرے لہجے میں ان سے

پوچھا۔

۔ نہیں میں بالکل بھی ناراض نہیں

بلکہ مجھے تو لگا میں نے جو آپ کی زبردستی عنادل سے شادی کروائی ہے اس کی وجہ سے کہیں آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں فائقہ شاہ نے کہا۔

ایسی کوئی بات نہیں مما آپ اپنا خیال رکھیے گا۔

****

عنادل کو حویلی میں رہتے ہوئے ایک ماہ ہو چکا تھا مگر ایک بار بھی اس دن کا گیا وسام شاہ واپس لوٹ کر نہ آیا۔

!عنادل فائقہ شاہ کے کمرے میں آئی مما مجھے آپ سے بات کرنی ہے اس نے کہا

مما میں واپس شہر جا کر اپنا لاسٹ سمسٹر کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں اگر آپ اجازت دیں تو؟

ٹھیک ہے بیٹا بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے جب بھی وسام آئے گا یہاں پھر وہ تمہیں خود ہی جا کر لے آئے گا انہوں نے اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر اجازت دی۔۔۔

آج تقریباً دو سال گزر چکے تھے۔اسے حویلی سے آئے ہوئے۔

عنادل تب سے نگینہ شاہ کے ہاں ہی قیام پذیر تھی۔

اس نے آتے ہی اپنی ماں کی سماعتوں پر جو پہلا بم پھوڑا وہ وسام شاہ سے خلع لینے کا تھا۔

مگر اپنی مما نگینہ شاہ کی خراب ہوتی طبیعت کے خیال سے خاموش ہو گئی۔

کاش رابطے ختم کرنے سے محبت بھی ختم ہو جاتی۔دونوں اپنی اپنی آنا کے خول میں مقید رابطہ نہ کرنے کا عہد نبھا رہے تھے۔

تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ بات نہ کرنے سے محبت ختم ہو جائے گی۔ محبت کے لیے رابطہ ضروری نہیں۔ یہ فقط اک احساس ہے اور تمہارا احساس ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا۔اس نے دل میں سوچا۔

عنادل نے اپنی نیوٹریشن سائنسز کی تعلیم مکمل کرلی تھی۔اوراب اپنے پیشے سے بالکل مختلف پروفیشن کا انتخاب کیے وہیں کے ایک پرائیویٹ سکول میں ٹیچنگ کر رہی تھی۔

ان دو سالوں میں فائقہ شاہ نے اپنی دونوں بیٹیوں حجاب اور آیت کی شادی اپنے کچھ جاننے والوں سے کروادی تھی۔

ان دونوں کی شادی پر عنادل حویلی نہیں گئی۔اپنی چھوٹی بہن حرم کے ساتھ گھر میں ہی رکی رہی۔

نگینہ شاہ نے اسے اپنے ساتھ حویلی جانے کے لیے بہت منایا مگر عنادل کی ایک ہی رٹ تھی۔میں وہاں واپس نہیں جاؤں گی۔

نگینہ شاہ نے فائقہ شاہ سے منیل کے لیے ردا کا ہاتھ مانگا تو انہوں نے مثبت جواب دیا۔

عنادل اسی لیے حویلی نہیں گئی کہ ضرور وسام شاہ اپنی بہنوں کی شادی میں شرکت کے لیے آئے گا۔اس لیے وہ اپنی بیماری کا بہانہ کیے گھر میں ہی رکی رہی۔ جبکہ شادی میں ہر کسی نے اس کی غیر موجودگی کو شدت سے محسوس کیا۔

وسام شاہ اپنی بہنوں کی شادی میں شرکت کے لیے دو سال بعد اپنی ماں کی منت پر حویلی لوٹا۔

لیکن شادی میں نگینہ شاہ کو عنادل کے بغیر آتا دیکھ طیش میں آیا۔

وہ تہیہ کر کہ آیا تھا کہ وہ اس کو جاننے کی کوشش ضرور کرے گا۔ لیکن اسے یہاں نہ پا کہ وہ واپس اپنے خول میں سمٹ گیا۔

اسے شادی کی رات اپنے کیے گئے عمل پر

پچھتاوا تھا۔اسی عمل کے مداوے کے لیے اس نے بہت کچھ سوچ رکھا تھا۔مگر

عنادل کی غیر موجودگی نے اس رشتے کو جونک لگادی۔

******

نگینہ شاہ نے منیل کی بات پکی کرنے پر گھر آکر عنادل کو بتایا۔

دیکھو عنادل ! انہوں نے اس کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

عنادل میں تمہاری وجہ سے عنایا اور منیل کا رشتہ خراب نہیں ہونے دوں گی

۔ابھی بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

مما پلیز میں نے آپ کو کئی بار کہا ہے کہ میں اس انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔مجھے اس سے بس خلع لینی ہے۔میں آپ کے کہنے پر اتنا عرصہ رکی ہوئی تھی۔

مگر دوسری طرف سے بھی اس شادی کو نبھانے کی کوئی خاص چاہت نہیں۔

عنادل کا اشارہ وسام شاہ کی طرف تھا۔جس نے پلٹ کر ایک بار بھی اسے نہ پوچھا۔۔۔

****

السلام علیکم!

کیسی ہو عنایا؟زارون شاہ نے اسے فون کرتے پوچھا۔

وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں ہو شکر الحمدللہ۔

کیا کر رہی تھی؟زارون نے پوچھا

ہمم۔۔۔کچھ نہیں نماز پڑھ کر ابھی بیٹھی ہی تھی اس نے جائے نماز کو طے کرتے ہوئے ایک سائیڈ پر رکھا۔

اچھا کچھ دنوں میں مام شادی کی ڈیٹ لینے آنے والی ہیں زارون نے پر مسرت لہجے میں اسے بتایا۔

زارون مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔عنایا کی سنجیدہ آواز سن کر زارون ٹھٹھکا۔

بتاؤ کیا بات ہے ؟اس نے پوچھا۔

مجھے گاؤں اور حویلی کا ماحول پسند نہیں میں شہر میں رہنے کی عادی ہوں آپ مجھے شادی سے پہلے الگ گھر لے کر دیں وہ شادی کے بعد بھی یہاں شہر میں ہی رہنا چاہتی ہوں۔اس نے اپنے دل کی بات کی۔

؟ عنایا تم یہ کیسی باتیں کر رہی ہو

تم تو جانتی ہو کہ حجاب اور آیت کی شادی ہو چکی ہے۔اور ردا بھی منیل سے شادی کے بعد آپ کی طرف آجائے گی ۔

وسام بھی جاب کے سلسلے میں آؤٹ آف سٹی رہتا ہے۔ایسے میں ہی اپنی مما کے پاس ہوں۔میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا ۔

اور مما اس حویلی کو چھوڑ کر جانے کے لیے کبھی راضی نہیں ہو گیں۔پلیز تم میری بات کو سمجھو۔زارون نے کہا۔

اگر تو آپ میری شرط ماننے کو تیار ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میرا اور اپنا تعلق ختم سمجھیں۔اس نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے غصے میں فن کاٹا۔

****

منیل آج اپنے دوستوں کے ساتھ ڈنر پر آیا ہوا تھا۔ڈنر کے بعد سب دوست آپس میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔منیل نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ وہ سب اپنی تیاری کر لیں کچھ ہی دنوں میں اس کی شادی میں شرکت کے لیے۔

سب منیل کی بات سن کر بہت خوش ہوئے۔یار بھابھی کی تصویر ہے تو دکھاؤ؟

سب مل اسے اصرار کرنے لگے لیکن منیل نے ان کی بات ٹال دی اور صرف یہ بتایا کہ اس کا نام سیدہ ردا شاہ ہے اور وہ اس سے پانچ سال بڑی ہے۔اس کی بات سنتے ان کے چہرے اتر گئے۔اور پل میں ساری خوشی ہوا ہوئی۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد سب اسے اپنے اپنے مشوروں سے نوازنے لگے۔تم اپنے سے اتنی بڑی لڑکی سے کیوں شادی کر رہا ہے ؟

کچھ عرصے میں وہ تم سے اور بھی بڑی لگنے لگے گی۔

تم تو اتنے پڑھے لکھے ہو انفیکٹ ڈاکٹر ہو تمہیں تو کوئی بھی اچھا رشتہ مل جائے گا۔فلاں فلاں۔۔۔۔۔

منیل بھی کچھ دیر کے لئے ان کی باتوں کو سن کر سوچنے پر مجبور ہو گیا کہیں جلدی میں مجھ سے کوئی غلط فیصلہ تو نہیں ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

****

زارون کافی دنوں سے فائقہ شاہ کو پریشان سا نظر آرہا تھا۔انہوں نے جب زارون سے اس کی پریشانی کی وجہ جاننی چاہی تو زارون نے اپنے اور عنایا کے درمیان ہونے والی تمام بات سے انہیں آگاہ کیا۔

زارون کی بات سنتے ہی فائقہ شاہ نے فوراً شہر کی راہ لی۔اور نگینہ شاہ کے گھر پہنچ کر عنایا سے اکیلے میں ملیں ۔

انہوں نے عنایا کو سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر عنایا اپنی بات پر قائم تھی۔

بالآخر فائقہ شاہ نے ہی ہار مان لی۔

انہوں نے عنایا سے وعدہ کیا کہ وہ ان دونوں کی شادی سے پہلے شہر میں نیا گھر لے لیں گی۔

عنایا اپنی بات منوا کر بہت خوش تھی۔

فائقہ شاہ جانے سے پہلے اپنی دوسری بہو عنادل سے بھی ملیں۔اور اس سے ملنے کے بعد اس کی سرد مہری محسوس کئے بنا نہ رہ سکیں۔انہوں نے سوچا کہ میں نے ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر کوئی غلطی تو نہیں کر دی ؟

فائقہ شاہ نے نگینہ شاہ سے مل کر اسی ماہ دونوں شادیوں کی تاریخ رکھ دی تھی۔

*********.

منیل اور اس کے دوست نیچے کا ہال کراس کرتے اوپر آڈیٹوریم کی گیلری میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔کے اقبال صاحب کی با رعب آواز نے ہال میں سکوت کا سماں پیدا کر دیا۔

السلام و علیکم ! کے ساتھ ہی انہوں نے آج کی تھیلیسیمیا کانفرنس کا آغاز کیا جس میں شمولیت کے لیے دنیا بھر کے بہترین اور نامور ڈاکٹرز موجود تھے۔

بہت سے این جی اوز کے سربراہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور بہت سے ایم اوز (میڈیکل آفیسر) موجود تھے .

میں آج آپ لوگوں کے سامنے

آج میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ کو میڈیکل کی ایک ایسی بیماری کے بارے میں آگاہ کر سکوں جس کو کتابوں نے بہت معمولی قرار دیا ہے۔ لیکن جو معاشرے کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے اور نسلوں کی نسلیں تباہ ہو رہی ہیں ۔

تھیلیسیمیا نے مجھ سے میرے کاشف جو کہ میرے جینے کی وجہ میری کل کائنات

اور میرے گھر کا نور نور تھا مجھ سے چھین لیا۔لیکن اللہ نے مجھے اس ادارے کا سر

براہ بنا کر اس قابل کیا ہے کہ میں سب کو تھیلیسیمیا کی آگاہی کے ساتھ ساتھ

بہت سے گھروں کے چراغوں کو بجھنے سے بچا سکوں۔

میرے بیٹے کے چھ ماہ کے ہوتے ہی ہمیں پتا چل گیا تھا کہ اسے کہ وہ اس بیماری

میں مبتلا ہے۔اس کا علاج بلڈ ٹرانسپلانٹ کے علاوہ کچھ نہیں میں ایک معمولی

پرائیویٹ فرم میں ملازم تھا اور اتنی استطاعت نہ رکھتا تھا کہ بیرون ملک جا کر اپنے

بیٹے کی بیماری کا علاج کرواسکوں مختلف بلڈ بینکز میں گھومتا اور ہر چھ ماہ بعد میرے

بیٹے کاشف کا خون تبدیل کرواتا۔یہ علاج یوں ہی چلتا رہا میرا بیٹا بارہ سال کا ہو چکا

تھا۔ڈاکٹرز کے مطابق تھیلیسیمیا کا جدید علاج پاکستان میں میسر نہ تھا۔علاج کے

لئے بہترین جگہ لندن تھی لیکن علاج کی کوسٹ تقریبا90لاکھ تھی۔میرے

دوستوں نے میری بہت مدد کی ان کے تعاون سے سے علاج کی رقم مکمل

۔ ہوتے ہی میں اور میرا بیٹا دونوں لندن روانہ ہوئے

وہاں کے بہترین علاج کے باوجود اچانک ایک دن اس کے منہ سے خون آنا شروع

ہوا اور اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں۔اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے

بیٹے کے دل کو پھٹتے دیکھا اپنی متاعِ جاں کو لٹتے دیکھا۔

میں آپ سب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کے شادی سے پہلے دو ٹیسٹ ضرور

ایک دوسرے سے شادی نہ کریں۔carrier تھیلیسیمیا ve+ کروائیں۔

شادی کرنے سے پہلے جیسے آج کل لوگ ذات پات رنگ ونسل اور پڑھائی کردار

کو جانچتے ہیں تو مہربانی تھیلیسیمیا کا ٹیسٹ بھی کروالیں تاکہ آنے والی نسلیں تباہ

ہونے سے بچ جائیں میں نے پاکستان کا دورہ بھی کیا ہے اور بلوچستان میں سب سے زیادہ اس کی شرح پائی اور وہ خاندان جو اپنے بچوں کی شادی خاندان سے باہر نہیں کرتے ان میں شرح کو سب سے زیادہ پایا میں خاندان میں شادی کرنے سے منع نہیں کرتا۔ لیکن خدارا شادی کرنے سے پہلے یہ ٹیسٹ ضرور کروائیں۔

اوراعلان کیا گیا کہ کاشف فاؤنڈیشن کی طرف سے آج جتنے بھی لوگ یہاں موجود ہیں۔

ان کا اوران کے خاندان والوں کا تھیلیسیمیا ٹیسٹ فری ہو گا۔ پیر کو ڈاکٹرز کی پوری ٹیم بھیجی جائے گی جو آپ سب کے سیمپلز کو جمع کرے گی اور رپورٹس آپ سب کو پرسنل ای میل کی جائیگی گی۔

****

رات گئے منیل گھر لوٹا۔ نگینہ شاہ اس کے انتظار میں جاگ رہی تھیں۔انہوں نے اس کے آنے پر دروازہ کھولا۔

اسلام و علیکم مما!

وعلیکم السلام۔ نگینہ شاہ جو اس سے بات کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں تھیں۔اسے سامنے دیکھ کے پہلے اس سے کھانے کے بارے میں پوچھا۔ کھانا لگاؤں تمہارے لیے۔

نہیں مام ہم سب دوستوں نے کانفرنس کے بعد ہوٹل میں اکٹھے ڈنر کیا تھا۔

ٹھیک ہے انہوں نے کہا پھر تم نے کیا فیصلہ کیا؟منیل نے ان سے نظریں چراتے ہوئے کہا کس بارے م

تم جان بوجھ کر انجان مت بنو۔۔ نگینہ شاہ نے کہا۔

۔ ماما میں اپنے سے پانچ سال بڑی لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتا

منیل کی یہ بات تو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی۔ کہ

وہ اس رشتے کو لے کر اس طرح ری ایکٹ کرے گا۔بیٹا میں

نے تو تمہاری ردا کے لیے پسندیدگی دیکھتے ہوئے اس رشتے

کی بات کی تھی اب تم مجھے کیا سب کے سامنے شرمندہ کرواؤ گے ؟

یہ مت بھولو کہ اس گھر میں تمہاری دو بہنیں عنادل اور عنایا دونوں کی زندگی

تمہاری وجہ سے داؤ پر لگ سکتی ہے۔

تمہارے دل میں اس طرح کا خیال کیوں آیا انہوں نے پوچھا۔

ضرور تمہیں کسی نے بھڑکایا ہے۔انہوں نے خفگی سے کہا۔

منیل نے آج کی ہوئی کانفرنس میں اقبال صاحب کی گئی

تھیلیسیمیا کے بارے میں ساری بات سے ان کو بھی آگاہ

کیا کہ کزن میرج میں کیسے کیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔۔

ماماان سب باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔

ٹھیک ہے مما مجھے آپ کی ہر بات منظور ہے مگر میری بھی ایک شرط ہے میں اپنا اور ردا کا ٹیسٹ کروانا چاہتا ہوں ہوا گر یہ ٹیسٹ کلیر آجاتا ہے تو میں آپ کی ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔

ٹھیک ہے میں اس سلسلے میں تمہاری پھپھو سے بات کرتی ہوں نگینہ شاہ نے کہا۔

۔

****

نگینہ شاہ نے ڈرتے ڈرتے فائقہ شاہ کو کال کی اور منیل کی

ضد کے بارے میں بتایا تو فائقہ شاہ نے ان کی مکمل بات

سنتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔آج کل کے بچے ہم سے زیادہ آگاہی

رکھتے ہیں ہمیں ان کی بات سننی چاہیے مجھے کوئی

اعتراض نہیں جب بھی ٹیسٹ کروانا ہوگا ہم آجائیں گے۔۔

****

نقی شاہ شاہ اپنے کمرے میں عشاء کی نماز ادا کر کے ابھی

۔ فارغ ہوئے تھے اور تسبیح کرنے میں مصروف تھے کہ پاس پڑا موبائل بجنے لگا

۔ آوٹ آف کنڑی کا نمبر دیکھ کر انہوں نے فوراً فون اٹھایا

السلام علیکم بابا جان ! کیسے ہیں آپ ؟ سید قاسم شاہ ان کے بڑے بیٹے نے پوچھا۔

! وعلیکم السلام

بابا کی جان میں بالکل ٹھیک ہوں ہو تم کب تک واپس آؤ گے ؟انہوں نے بے چینی سے پوچھا .

بابا میرا واپس آنے کا ابھی کوئی ارادہ نہیں میں یہاں ہی سیٹل ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں اور یہاں مجھے ایک بہت اچھی جاب مل گئی ہے مگر میں آپ سے ملنے ضرور آؤں گا۔ قاسم شاہ نے کہا۔

گھر میں سب کیسے ہیں؟ پھپھو زینب اور ان کے بچے ؟اور ضامن کیسا ہے۔

وہ ضامن ماشاءاللہ سے A.S.P کے عہدے پر فائز ہو گیا ہے۔

بالکل ٹھیک ہے۔دیکھو کب واپس آئے۔۔۔۔۔ تمہاری پھو پھو تو

بالکل ٹھیک ہے۔اجر اور جزاء اب دونوں بچوں کی ماں بن

چکی ہیں۔سالار اور شاہ ویر کی شادی کو بھی ایک سال کا

عرصہ ہونے والا ہے۔وہ دونوں اپنی دلہن کے ساتھ اپنے باپ

کے گھر میں ہی رہتے ہیں۔جب کہ تمہاری پھپھو کبھی یہاں

تو کبھی وہاں دونوں طرف وقت گزارتی ہیں۔اِدھر اُدھر کی

۔ چند باتوں کے بعد انہوں نے فون بند کر دیا

ضامن ان سے ملنے ان کے کمرے میں آیا۔

السلام علیکم بابا جانی کیسے ہیں آپ؟

سید نقی صاحب اس کی یوں اچانک آمد پہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر جلدی سے اٹھے

۔ اور اسے گلے لگایا

تمہیں دیکھ لیا اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔

ضامن ان کے ساتھ بستر پر بیٹھ گیا۔۔

نقی شاہ ضامن سے اس کی جاب کے بارے میں تفصیل جاننے لگے۔

بابا دو سال اسلام آباد میں گزارے ہیں۔اور اب بہت مشکل

سے یہاں پوسٹنگ کروائی ہے اتنے عرصے بعد ایک ماہ کی

چھٹی ملی ہے سوچا اس ایک ماہ کے عرصے میں کچھ اہم کام نبٹا دیے جائیں۔

سید نقی شاہ نے ضامن کی اس بات کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

بابا میں سخن سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ضامن نے اتنے

سالوں سے جو بات اپنے دل میں دبا کر رکھی تھی آج اپنے

باباکے سامنے اپنے دلی جذبات کااظہار کیا۔۔۔

ضامن کی بات سن کر سید نقی شاہ نے مسکراتے ہوئے اس

۔ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی

میں بھی اپنے بھائی کی نشانی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا

چاہتاہوں۔ جیساتم چاہتے ہو ویساہی ہوگاان شاءاللہ سید نقی شاہ نے ضامن سے

کہا۔

****

چاروں نفوس گاڑی سے اترے۔عبائے میں ملبوس عنایااور ردا

منیل کی ہمراہی میں ڈاکٹر کے روم میں داخل ہوئے جو منیل کی ہی بیچ میٹ تھی۔

شافیہ یہ میری سسٹراور کزن ہیں۔ان کا بھی ٹیسٹ کروانا

ہے ان کا بھی سیمپل لے لو۔منیل نے ان دونوں کا تعارف

کروایا۔اور پھر زارون کا اور اپنا ٹیسٹ کروانے دوسرے روم میں چلا گیا۔

****

شافیہ نے ان دونوں کا سیمپل لینے کے بعد ان کے لیے جوس منگوایا۔تو دونوں کو

اپنا حجاب اتارنا پڑا۔

ردا کا چہرہ دیکھتے ہی شافیہ اس کی تعریف کیے بنا نہ رہ

سکی۔آپ بہت خوبصورت ہیں۔ردا کی غزالی آنکھیں،اور

کتابی چہرہ کسی کو بھی گھاٸل کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔

عنایا ڈاکٹر شافیہ کے منہ سے اپنی بھابی کی تعریف سن کر مسکرانے لگی۔۔

****

شافیہ نے منیل کے ای۔ میل پر ساری رپورٹس سینڈ کر دیں۔

تمام دوستوں نے رپورٹس کلیئر آنے پر منیل سے ٹریٹ کی ڈیمانڈ کی۔

آج ہوٹل میں سب دوست اکھٹا ہوئے تو منیل کی ٹانگ

کھینچنے لگے۔کیوں کہ ڈاکٹر شافیہ نے ردا کی خوبصورتی

کا ایسا خاکہ کھینچا کہ وہ سب منیل کی خوش قسمتی پہ رشک کرنے لگے۔

****

سیدہ زینب شاہ نے آج سخن کو بتایا کہ اس جمعۃ المبارک

کومنیل اور ردا، زارون اور عنایا کے ساتھ اس کا اور ضامن کا بھی نکاح طے پایا

ہے۔

سخن زینب شاہ کی بات سن کر ساکت رہ گئی۔اسے اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں کیسے ضامن بھائی سے ؟

میں جا کر تایا جان سے بات کرتی ہوں۔۔وہ یہ سوچ کر آگے بڑھنے لگی مگر اچانک

اسے اپنا تایا جان سے کیا گیا وعدہ یاد آیا تو وہیں تھم گئی۔۔

کاش میں اس وقت سالار بھائی کے ساتھ ساتھ تایا جان سے ضامن بھائی کے لیے بھی انکار کر دیتی۔ مگر اب اپنے کیے گئے وعدے سے نہیں پھر سکتی کیا کروں کیا کروں؟؟؟ وہ اسی سوچ میں گم تھی۔

شادی کا جوڑا لینے چلو گی؟ زینب شاہ نے اس سے پوچھ کر اس پر احسان عظیم کیا۔

پھوپھو مجھے کچھ نہیں پتا اس بارے میں جو آپ کو بہتر لگے وہی کیجئے اس نے بے دلی سے انہیں جواب دیا۔ #ناول۔

رخصتی کا وقت آیا تو سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ سب دلہنوں کو قرآن پاک کے سارے رخصت کیا گیا۔۔۔

فائقہ شاہ نے شہر میں نیا گھر لے لیا تھا۔وہ زارون اور عنایا کو اپنے ساتھ لیے اسی گھر روانہ ہوئیں۔

عنایا جب اپنے نئے گھر میں داخل ہوئی تو زارون نے ساری راہداری کو گلاب کی پتیوں سے سجا رکھا تھا۔

فائقہ شاہ نے اس کے گھر میں قدم رکھنے سے پہلے تیل بہانے کی رسم ادا کی پھر وہ اپنے بھاری ڈریس کو سنبھالتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

گھر چھوٹا سا تھا مگر بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔وہ اپنے نئے گھر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔

میں تو بہت تھک گئیں ہوں زارون تم اپنی دلہن کا اپنا کمرہ دیکھاؤاور اب آرام کو میں بھی اپنے روم میں جارہی ہوں یہ کہتے ہی وہ مڑتی ہوئی اپنے روم میں چلی گئی۔

زارون عنایا کا ہاتھ تھامے اپنے روم کی طرف بڑھا جہاں ان کی زندگی کی دائمی خوشیاں ان کی منتظر تھیں۔

******

جبکہ نگینہ شاہ اپنی بیٹی عنایا کو رخصت کرتی ہوئی اپنی بہو ردا کو لے کر اپنے گھر کی طرف بڑھیں۔

گھر میں داخل ہو کر نگینہ شاہ نے اپنی اکلوتی بہو کا ور بیٹے کا صدقہ اتارا کچھ رسموں کہ بعد جب منیل ردا کا ہاتھ تھامے روم میں داخل ہونے لگا تو اس کی دونوں بہنیں ۔ انعمتہ اور حرم راستہ روکے دروازے کے آگے کھڑی ہو گئیں

بھائی پہلے نیگ۔ان دونوں نے اپنے ہاتھ آگے کیے۔

اس بارے میں صبح بات ہو گی اس نے جان چھڑوائی۔

ٹھیک ہے تو صبح ہی صیحح۔۔۔۔ان دونوں نے ردا کا ہاتھ تھاما اور اسے لیے اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔

تو پھر ہم سب کی ملاقات اب صبح ہی ہو گی۔ان دونوں نے منیل کو دھمکی دی ہم بھابھی کو اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔

۔۔۔ اچھا رکو اس نے اپنا والٹ نکالا

کتنے پیسے چاہیے۔۔۔اس نے پوچھا۔

انعمتہ نے ردا کا ہاتھ منیل کے ہاتھ میں دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کا والٹ کھینچ کر بھاگی۔

سارے ہی چاہیے۔دونوں کھکھلا کر ہنستی ہوئی منٹوں میں وہاں سے غائب ہوئیں۔

منیل نے دروازہ کھولا تو وہ دونوں اندر داخل ہوئے موتیے اور گلاب کی ملی جلی مہک نے ان کا استقبال کیا۔

*****

سید نقی شاہ اپنی پراڈو میں ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے جبکہ

سخن کے پیچھے بیٹھتے ہی زینب پھپھو اس کے ساتھ

براجمان ہوئی۔ جبکہ ضامن شاہ نے براسامنہ بنا کر پھپھو

کو دیکھا جو کباب میں ہڈی کی طرح ان دونوں کے درمیان

بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی بے دلی سے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

دل میں سوچنے لگا اس سے تو اچھا اپنی گاڑی ہی لے آتا۔

******

سخن کو حویلی میں آتے ضامن شاہ کے کمرے میں بٹھایا

گیا۔ سخن نے کمرے میں نظریں دوڑائیں ہر چیز میں وائٹ اور بلیو کمبینیشن کیا گیا تھا۔ پردے، قالین، بیڈ

شیٹ، شوپیس غرض ہر چیز میں یہ امتزاج چھلک رہا تھا۔

کلک کی آواز سے دروازہ کھلا۔

ضامن شاہ نے اندر آتے ہی دروازے کو لاک کیا۔

سید ضامن شاہ کی اس حرکت پر سخن کا دل ایک بار ڈوب کرا بھرا۔اس نے اپنے سوکھتے لبوں پر زبان پھیری۔

ضامن شاہ نے اس کے قریب آتے ہی اس کا گھونگھٹ اٹھایا۔

اس نے حیرت بھری نظروں سے اس کے حسین سوگوار روپ کو اپنی نگاہوں میں بسایا۔

اس روپ میں آج سخن کو کوئی بھی دیکھ لیتا تو اپنا دل تھام کر رہ جاتا ہے۔وہ تو پھر اس کا دیوانہ تھا۔

ضامن نے سخن کو زندگی میں پہلی بار اتنا سجا سنورا دیکھا تھا وہ مبہوت اسے دیکھنے لگا۔ضامن نے اس کے ہوش ربا حسن میں کھوتے ہوئے اس کے گرد حلقہ تنگ کیا۔

سخن نے کسمسا کر اپنا آپ چھڑوانا چاہا۔

ضامن نے اسے خود سے علیحدہ کیا۔

اور اس کے دلکش روپ کو آنکھوں میں محفوظ کرنے لگا۔

سخن اس کی پر تپش نظروں کے حصار میں اپنی اتھل پتھل ہوتی ہوئی سانسوں کو سنبھالنے لگی۔ سخن کا ڈر کے مارے سارا بدن کپکپانے لگا۔

ضامن شاہ نے نرمی سے اس کا مخملی ہاتھ تھامے اس میں نازک سی گولڈ کی رنگ پہنائی۔ جس میں ہارٹ شیپ کا ننھا سا ڈائمنڈ جگمگا رہا تھا۔ ضامن اس کا ہاتھ تھامے ۔ اپنے لبوں کے قریب لایا

مگر سخن نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

تسلی رکھو، میں تمہیں جبراً نہیں اپنانا چاہتا۔

میری کی گئی اس غلطی کی سزا کب تک ملے گی مجھے ؟؟؟

۔ ضامن شاہ نے اس کا چہرااا اپنی پوروں سے چھو کر نرمی سے اٹھایا

"سخن نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔۔"تا عمر

یہ دو لفظ ادا کرتے ہوئے سخن کے نتھلی کے موتی اس کے لبوں کو چھو رہے تھے

۔ضامن نے ہاتھ بڑھا کر اس کی ستواں ناک سے نتھلی کو الگ کیا۔

مجھے اس نتھلی کے موتیوں سے سخت رقابت محسوس ہو رہی ہے مجھ سے خوش"

"قسمت تو یہ ہیں جو ان گلابوں کو چھو رہے ہیں۔

ضامن شاہ نے اس کے لبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

مجھے انتظار رہے گا تمہاری معافی کا۔۔۔۔ضامن نے اس کے چہرے پر آئی لٹ

۔ کو اس کے کان کے پیچھے اڑستے ہوئے کہا

میں وعدہ کرتا ہوں۔جب تک مجھے معافی نہ ملے میں تمہارے قریب نہیں آؤں

گا۔

زبان دی ہے تمہیں۔اور زبان کے معاملے میں ضامن شاہ۔۔۔۔

یہ ایک سید کی زبان ہے اور سید اپنی زبان سے کبھی پھرا نہیں کرتے

وہ یہ کہتے ہوئے کچھ لمحے تھما اور پھر سنبھل کر بولا۔

تم کبھی بھی مجھے اپنی کئے گئے عہد سے بدلتے نہیں پاؤ گی۔

اگر کبھی تمہارے قرب کی مہک مجھے بہکا بھی دے۔

یہ کہتے ہی ضامن اس کے قریب ہوا۔اوراس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال کر فاصلہ کم کیا۔

ضامن شاہ کے قرب سے اٹھتی مہک اس کے حواس سن کر رہی تھی

۔ تب بھی میں اپنے اس کیے گئے وعدے کو نہیں بھولوں گا

یہ کہتے ہوئے ضامن شاہ کے لب اس کی کان کی لو کو چھوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

جب تک تم خود مجھے معاف نا کردو میں انتظار کروں گا۔۔۔۔

وہ چاہ کر بھی ریلیکس نہ ہو پارہی تھی ضامن شاہ اس سے اتنے قریب تھا۔

تم نہیں جانتی میری جان بسی ہے تم میں چاہے تم یقین کرو یا نہیں یہ تم پر منحصر ہے۔

سخن نے اس کی بات پر غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

ایسے مت دیکھو، میں بندہ بشر ہوں کہیں بہک ہی نہ جاؤں۔

اس نے خمار آلود آواز میں سخن کو دیکھتے ہوئے کہا شرارت سے کہا۔۔

سخن بیڈ سے اتر کر فوراً واش روم کی طرف بھاگی۔

****

وسام شاہ کچھ گھنٹوں گے سفر کے بعد اپنی گورنمنٹ کی طرف سے ملی گئی کوٹھی

۔ میں پہنچا اور عنادل کو بھی ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اندر لے آیا

۔ یہ تم مجھے کہاں لے کر آئے ہو؟ عنادل نے گھبرا کر اس سے پوچھا

جہاں تمہیں ہونا چاہیے۔ وسام شاہ نے یہ کہتے ہوئے دروازے کو اندر سے لاک لگایا اور کیز اپنی پاکٹ میں ڈالیں۔

میں تمہیں کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ میں تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ جس طرح ایک مرد اپنی کی گئی تذلیل کبھی نہیں بھولتا اسی طرح ایک عورت بھی نہیں بھولتی۔

جانے دو مجھے یہاں سے عنادل نے غصے میں اسے آنکھیں دکھائیں۔

آیندہ کسی غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو میں تمہاری آنکھیں نکال دوں گا۔وسام شاہ نے سجاول کے ساتھ والے واقعے کو لے کر کرخت لہجے میں اسے وارن کیا۔

اس رشتے کو جوڑنے کا فیصلہ تمہارا ہی تھا نا؟؟؟؟

اس وقت تو تمہارا مری جا رہی تھی میرے لیے۔میرے عشق میں تم گوڈے گوڈے ڈوب چکی تھی۔اتنی جلدی عشق کا بھوت تمہارے اتر گیا تمہارے سر سے ؟؟؟

وسام شاہ نے دونوں ہاتھوں سے اس کی کمر کے گرد گھیرا تنگ کیا اور اسے کھینچ کر نزدیک کیا ۔

اب اس رشتے کو قائم رکھنے کا فیصلہ میرا ہے' وہ بولا۔'

وسام شاہ کی نظریں اس کے چہرے کے خدوخال سے ہوتی ہوئیں اس کے لپسٹک سے سجے سرخ لبوں پر گیئں۔

اس نے عنادل کے لبوں پر اپنا انگوٹھا سختی سے پھیرتے ہوئے اس کے لبوں سے سرخی جدا کی۔ دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کو اپنے قریب کیئے اپنے عنابی لب اس کے گلابی لبوں میں پیوست کیے اپنی دیوانگی کا اظہار شدت سے کرنے لگا

۔کچھ لمحوں بعد جب اس کے منہ میں خون کا ذائقہ گھلنے لگا تو اس نے مقابل منجمد

وجود کو خود سے الگ کیا۔

عنادل کو اپنے حواس بحال کرنے میں کچھ وقت لگا تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی؟

۔۔۔۔۔ مجھے

عنادل نے اس کی حرکت پر غصے میں اپنا ہاتھ اٹھایا اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ وسام شاہ

کے منہ پر نشان چھوڑتا۔۔۔۔اس لہراتے ہوئے ہاتھ کو وسام شاہ نے چابک

دستی سے اپنے مضبوط ہاتھ میں مقید کیا۔

تم نے ایک بپھرے ہوئے شیر کو للکارا ہے نتیجہ کی ذمہ دار اب تم خود ہو۔۔۔۔

وسام شاہ اسے اپنے بازوؤں میں بھرے ہوئے کمرے تک لایا۔

وہ اس سے اپنا آپ چھڑوانے میں ناکام رہی۔

کمرے میں آتے ہی اس نے عنادل کے پیروں سے ہی دروازے کو جھٹکا دے کر بند کیا اسے بیڈ پر پٹخنے کے بعد اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔

عنادل اس کے تیور بھانپتے ہوئے۔بیڈ سے اتر کر دروازے کی طرف دوڑی۔اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔

ساری کوششیں فضول ہیں۔وسام شاہ نے مسکرا کر اسے کہا۔۔

عنادل کو لیے بستر کی طرف آیا۔

عنادل اس کے سینے پر شدت سے مکے برسانے لگی۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے اپنی کوششوں میں تھی۔

وسام شاہ اسے بستر پہ گراتے اس پر جھکا۔ ایسا بھی کیا گھبرانا۔۔ شادی کے دو سال بیت چکے ہیں۔ بہت وقت دے چکا ہوں تمہیں سدھرنے کے لیے۔ اب مزید نہیں۔

میں تم سے کوئی زور زبردستی نہیں کر رہا۔ آخر محرم ہوں۔ حق رکھتا ہوں تم پر۔

وہ اس کے بھاگنے کے تمام راستے مسدود کیے اس پر قابض ہوا۔

عنادل نے اس کی جسارتوں پہ اپنی آنکھیں زور سے میچیں۔

****

سخن واش روم سے چینج کیے باہر آئی تو ضامن بھی تب تک چینج کر چکا تھا۔ سخن وہیں کونے میں کھڑی رہی۔

ضامن نے جب سخن کو ایک ہی جگہ پر فریز پایا تو بستر پر تکیہ درست کرتے ہوئے اسے کہا یہاں آجاؤ مجھ پر بھروسہ رکھو۔ کچھ نہیں کرتا۔

اس سے پہلے کہ وہ چکرا کر گرتی ضامن اس کی حالت دیکھتے ہی فوراً اس کی طرف لپکا اور اس سے اپنے ساتھ لئے بستر تک آیا۔

اس کے دہکتے گالوں کو اپنی پوروں سے چھو کر دیکھا تو کہا سخن تمہیں تو تیز بخار ہے۔۔۔

کمزوری اور بخار کی شدت نے اسے کچھ بھی بولنے سے روک رکھا تھا۔اس میں کچھ کہنے کی یا ضامن شاہ کو خود کو چھونے سے روکنے کی سکت نہ تھی اس نے خاموشی سے آنکھیں موندلیں۔ جس دن سے اسے اپنی اور ضامن کی شادی کی بات پتہ چلی تھی اس نے اس دن سے ٹھیک طریقے سے کچھ کھایا پیا نہ تھا۔

ضامن نے کمرے سے باہر جا کر میڈیسن باکس ڈھونڈا۔

اور کچن میں جا کراس کے لئے دودھ گرم کرنے لگا۔

۔ زینب شاہ جو یہاں سے گزر رہی تھی

ضامن کو اس وقت کچن میں دودھ گرم کرتا دیکھ اس کے قریب آئیں۔

ضامن تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے تفتیشی انداز میں اس سے

پوچھا.

۔ پھپھو جان وہ مجھے بھوک لگی تھی

اور کچھ کھانے کے لئے نظر نہیں آیا۔اس لئے سوچا دودھ ہی پی لوں۔

ان کی بات کا جواب دیتے وہ دودھ کا گلاس لئے کچن سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔۔

زینب شاہ نے اپنے دماغ کے گھوڑے دوڑائے۔

ضامن کو تو بچپن سے ہی دودھ ناپسند ہے پھر کیسے ؟؟؟

ضرور دال میں کچھ کالا ہے پتا کرنا پڑے گا۔۔۔ فلحال تھکاوٹ کے باعث وہ یہ معاملہ پھر پر چھوڑتے ہوئے آرام کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔

ضامن شاہ نے کمرے میں آکر سخن کو دوائی کھلائی۔اور اس کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھمایااور زبردستی اسے پینے کو کہا۔

سخن نے غنودگی میں اس کی بات مانتے ہوئے دوائی کھا کر تھوڑا سادودھ پی لیا۔پھر گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

تم سو جاؤ۔ضامن نے کہا۔

وہ خود جا کر سامنے رکھے صوفے پہ بیٹھ گیا۔کچھ ہی

لمحوں بعد سخن پر سکون ہو کہ سو گئی تو ضامن سخن کہ

بارے میں سوچنے لگا۔آنکھوں ہی آنکھوں میں جانے کب

وقت بیت گیا۔کچھ پتہ نہ چلا۔فجر کی اذان نے اسے متوجہ

کیا۔ضامن نے اٹھ کر وضو کیا اور پھر مسجد میں نماز ادا کرنے چلا گیا۔

وہاں سے واپس آیا تو سخن کی طرف دیکھا۔اس کے چہرے پر نیند میں بھی کرب کے آثار تھے۔وہ ہولے ہولے کچھ بڑ بڑا رہی تھی۔

سخن کی اچانک چیخ سن کر ضامن اس کی طرف بڑھا۔

کیا ہوا سخن؟ضامن نے پوچھا۔

ضامن نے اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر اسے ہوش دلانا چاہا۔میں تمہارے پاس ہوں ڈرو مت۔۔۔۔

یہی تو ڈر ہے کہ آپ میرے پاس ہیں۔آپ تو کیا مجھے کوئی بھی اپنے آس پاس نہیں چاہیے۔سخن نے اس کا ہاتھ اپنے گال سے جھٹکتے ہوئے کہا۔

آئندہ سے مجھے کبھی چھونے کی کوشش بھی مت کرنا۔

ضامن سخن کی حالت کو سمجھتے ہوئے سامنے صوفے پر ہی اپنا کمفرٹر اور تکیہ لیے چلا گیا۔فی الحال اس نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔

یادوں کے قافلے آنکھیں بند کرتے ہی سخن کو بچپن کی ان اندھیری غاروں میں لے گئے۔جس اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے ہوئے سخن کی روح چھلنی ہو چکی تھی۔

نفرت ہے مجھے آپ سے اور آپ کے وجود سے۔

آپ کے اور اپنے تعلق سے جو آپ مجھے اس دنیا میں لائیں۔میں روز آخرت بھی آپ کو معاف نہیں کروں گی۔روز۔ محشر آپ اپنے اس عمل کی جواب دہ ہوں گی۔

کہتے ہیں ماں کے قدموں تلے جنت ہے لیکن آپ تو جیتے جی مجھے جہنم میں جھونک گئیں۔

میری بدعا ہے آپ کو کبھی اولاد کا لمس نصیب

نہ ہو۔

جس ممتا کے لمس کے لیے میں تڑپی ہوں۔آپ بھی ایسے ہی تڑپیں

اس حویلی میں گزرے، میری زندگی کے کئی ان کہے اور بھی

واقعات ایسے ہیں جن کو یاد کر کہ میں سوچتی ہوں کاش

ان کو بیان کرنے سے پہلے میں بے زبان ہو جاؤں۔

آج ضامن نے مجھے چھوا تو برا نہیں لگا۔شاید نکاح جیسے پاکیزہ بندھن کا اثر ہے۔مگر میں ابھی یہ سب قبول نہیں کر پا رہی۔اس نے دل میں سوچا۔

****

ولیمے کا رواج صرف مردانے میں تھا۔جہاں دلہا ہی سب

۔ مہمانوں کو ساتھ اس میں شامل ہوتا۔ان سے مبارکباد وصول کرتا

ان کے خاندان میں رواج تھا پردے کے تحت دلہن کو ولیمے

کی تقریب میں شامل نہیں کیا جاتا۔دلہن کی منہ دکھائی

کی رسم ہوتی تھی مگر وہ تین شادیوں کی وجہ سے کچھ دن بعد متوقع تھی۔

****

سخن صبح اٹھی تو ضامن شاہ کو سامنے صوفے پر ندارد پایا۔

وہ آہستگی سے اٹھ کر واش روم میں گئی۔ فریش ہو کر واپس آئی تو دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اسی سمت دیکھا۔

زینب شاہ کو اندر آتے دیکھ کر جلدی سے سر پر دوپٹہ اوڑھا۔

اٹھ گئیں دلہن صاحبہ ! پھپھو نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

سخن ان کی بات پر خاموش ہی رہی۔

زینب شاہ نے اپنی جانچتی نظریں سارے کمرے میں دوڑائیں۔

صوفے پر کمفرٹر اور تکیہ پڑے دیکھا تو سخن سے کہا۔

تم دونوں میں میاں بیوی جیسا کوئی رشتہ بنا بھی یا نہیں؟؟؟انہوں نے سخن سے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

سخن نے ان کے فضول سوال پہ بے یقینی سے ان کی طرف دیکھا۔

میں نے ایسا بھی کیا پوچھ لیا جو یوں مجھے گھور گھور کے دیکھ رہی ہو۔ایسے جیسے مجھے سالم ہی نگل جاؤ گی۔انہوں نے کمر پر ہاتھ ٹکاتے ہوئے لڑاکا انداز میں کہا۔

زینب شاہ کی گھاگ نظریں سب جائزہ لے چکی تھیں۔

تو نے ایک ہی رات میں میرے بچے پر ایسا کیا جادو کر دیا کہ وہ تیرے دام میں آ گیا؟

اور مہارانی کی خدمتیں کرنے لگا۔

تجھے نہیں پتہ ولیمے کا کھانا کیوں کھلاتے ہیں؟

جب ایک شوہر اپنی بیوی کو اپنے پر حلال کرتا ہے۔تو نے تو میرے بھائی کے سارے پیسے برباد کر دیئے۔

سید ضامن شاہ جو مردانے سے فارغ ہو کر سخن کی طبیعت کے پیش نظر کمرے میں آرہا تھا۔زینب شاہ کے آخری الفاظ اس کے کانوں تک باآسانی پہنچے۔

ضامن شاہ غیض وغضب کے عالم میں ان کی طرف بڑھا۔

پھپھو آپ کو شرم آنی چاہیے ایسی باتیں کرتے ہوئے۔یہ

میرا اور میری بیوی کا ذاتی معاملہ ہے اس میں کسی تیسرے

فریق کو بولنے کا کوئی حق نہیں۔وہ اب میری محرم بن

چکی ہے میں اس کے خلاف کچھ بھی الٹا سیدھا بولنے والے

کو کبھی بخشوں گا نہیں۔اس نے انگلی اٹھا کر انہیں وارن کیا۔

زینب شاہ تلملاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

سخن کو زینب پھپھو کے الفاظ ابھی بھی کانوں میں گونجتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔اس کے نرم گالوں پر آنسو روانی سے بہنے لگے۔

سخن چپ کر جاؤ۔ضامن شاہ اس کے قریب آیا مگر پھر بھی اس سے فاصلہ بنائے رکھا۔

پلیز رونا بند کرو۔میں آنسو صاف کروں گا تو میرا ہاتھ لگانا بھی تمہیں گوارا نہ ہو'

'گا۔

اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

سخن اپنی ہتھیلیوں سے آنسو پونچھے۔

اب میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔ضامن شاہ نے نرم نگاہوں سے

اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

******

عنادل کی صبح آنکھ کھلی تو وسام شاہ کو اپنے قریب سوتے ہوئے پایا۔

عنادل نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے سوچا کاش رابطے ختم

کرنے سے محبت بھی ختم ہو جاتی۔ میری محبت ہو تم۔ مگر

تمہارے ہر فعل نے مجھے تم سے دور ہونے پر مجبور کیا۔ رات

کو گزرے تمام پل اس کی آنکھوں کے سامنے لہرانے لگے۔اب تو تم نے حد کر دی اب اور نہیں۔

عنادل کی نظریں اس کے چہرے سے ہوتی ہوئیں اس کی شرٹ لیس کمر پر گئیں۔

ہو بہو ویسے ہی نشان۔۔۔۔ جیسے آپریشن کے بعد عنادل کی کمر پر تھے

وسام شاہ کی کمر پر کیوں؟؟؟عنادل نے زہن پر زور ڈالا

کہیں وسام شاہ نے تو نہیں۔؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ڈونر نے اپنا نام بتانے سے منع کیا تھا۔میں ضرور اسی ہسپتال جا کر وہاں سے پتہ کرواؤں گی۔اس نے سوچا۔

۔ اس نے اٹھ کر وارڈروب کھول کر دیکھا تو سارے جینٹس ڈریسز تھے

اب کیا چینج کروں وہ وارڈروب میں اپنے لیے کچھ تلاشنے لگی۔

ایک چھوٹا سا خفیہ لاکر دکھا۔جس کی کیز شاید وہ اتارنا بھول چکا تھا۔

عنادل نے چابی گھما کر اس کھولنا چاہا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

سامنے وہی گفٹ پڑا تھا جو عنادل نے وسام شاہ کو دیا تھا۔اور وسام شاہ نے اس کے سامنے بِن میں پھینکا تھا۔

عنادل نے اس گفٹ کو دیکھ کر واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا اور پیچھے مڑ کر وسام شاہ کو دیکھا جو ابھی بھی گہری نیند میں تھا۔

اس نے دوسری سائیڈ کا دروازہ کھولا تو وہاں بے شمار لیڈیز ڈریسز ہینگ تھے۔

عنادل نے حیرت سے دیکھا۔۔۔

جس طرز کے وہ کپڑے پہنتی تھی وہ بالکل اس کی پسند کے مطابق تھے۔

عنادل نے ان میں سے ہی ایک لائٹ پنک کلر کا فراک اور ٹراوزر نکالا اور فریش ہونے چلی گئی۔

باہر آئی تو وسام شاہ ابھی تک سویا ہوا تھا۔ایسے لگ رہا ہے ساری نیندیں آج ہی پوری کرنے کا ارادہ ہے۔

وہ کچن کی طرف بڑھی۔

وسام کی کچھ دیر بعد آنکھ کھلی۔تو عنادل کمرے میں نہیں

تھی۔وہ فریش ہو کہ باہر آیا۔تو عنادل کو گھر میں ڈھونڈنے

لگا مگر وہ کہیں نظر نہیں آئی۔کچن میں آکر دیکھا تو

عنادل کچن کے فرش پر بے ہوش پڑی تھی۔اس نے جلدی سے

آگے بڑھ کر اس کے گالوں پر ہاتھ رکھا اس ہوش دلانے کی

کوشش کی۔ مگر بے سود۔ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے

مارے مگر اس کو ہوش میں نہ آتے دیکھ کر اسے اپنے

بازوؤں میں اٹھا کر باہر لایا۔ اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا۔ اسے لے کر ہسپتال

روانہ ہوا۔

ہسپتال کے کوریڈور میں ٹھنڈے بینچ پر بیٹھے ہوئے وسام شاہ عنادل کے عکس سے

مخاطب تھا

میں نے تو اپنی محبت کو سات پردوں میں چھپا کر رکھا "

تھا. مگر تمہاری شدت پسندی اور جلد بازی نے میری محبت

کو دنیا والوں کی نظر میں اشتہار بنا دیا. تم میرے لیے امرت

کی طرح تھی۔ مگر تم نے اسے میری رگوں میں تریاق کی

طرح اتار دیا۔ محبت ایک فرحت بخش احساس تھا۔ جیسے

باغ میں مہکتے ہوئے پھول' جسے تمہاری انا نے صحرا کی جھلستی ریت میں بدل دیا۔

میری خاموشی آج مجھے اس موڑ پر لے آئی ہے کہ میں آج تمہیں کھونے کے در پہ

ہوں۔

ڈاکٹر نے باہر آکر اسے اطلاع دی کہ ہم نے ان کی ٹریٹمنٹ کر

دی ہے۔ان کا کڈنی ٹرانسپلانٹ ہو چکا ہے اور انہوں نے اپنی

روٹین کی ادویات استعمال نہیں کیں۔اس لیے ان کی ایسی

حالت ہوئی ہے۔اب آپ ان کی میڈیسنز کا خاص دھیان

رکھیے گا۔باقی پریشانی والی کوئی بات نہیں۔

وسام شاہ اندر آیا تو عنادل ہوش میں آچکی تھی۔

اب تم ٹھیک ہو؟ وسام شاہ نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

مگر عنادل نے کوئی جواب نہ دیا۔اور نظریں دوسری طرف

پھیر لیں۔رات والے واقعے پر غصے کا اظہار تھا۔

بولو بھی وسام نے کہا۔

کیا بولوں ؟کچھ بولنے لائق چھوڑا بھی ہے۔کرلی نہ اپنی من مانیاں وہ اٹھ کر بیٹھی۔

اچھا زیادہ غصہ کرنا تمہاری صحت کے لئے اچھا نہیں۔چلو گھر چلتے ہیں۔

میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی وحشی جنگلی انسان۔وہ چیخی۔۔۔۔

انسانوں کی طرح خاموشی سے چلو ورنہ اٹھا کہ بھی لے جا سکتا ہوں۔

وسام شاہ نے اس کا ہاتھ تھام کر بستر سے اٹھایا۔

عنادل اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اس کے ساتھ چلنے لگی۔

اسے جیپ میں بٹھا کر خود سامنے فارمیسی سے ادویات لینے چلا گیا۔اور جانے سے پہلے جیپ کو لاک لگانا نہ بھولا۔

عنادل نے وسام شاہ کولاک لگاتے دیکھ غصے سے گھورا۔

مجھے یقین ہے کہ میری جنگلی بلی یہاں سے بھاگنے کی کوشش ضرور کریے گی۔اس لیے احتیاطاًیہ سب کرناپڑتا ہے۔اس کی طرف دیکھتا،ایک آنکھ دبا کر مسکراتا ہوا فارمیسی کی طرف بڑھا۔۔۔

******

فائقہ شاہ نے جو نیا گھر لیا تھا۔وہ نگینہ شاہ کے گھر سے

قریب ہی تھا۔فائقہ نے نگینہ کوناشتے کی رسم کے تحت

اپنے آنے کی اطلاع دی۔ کہ وہ سب ردا کا ناشتہ کے کر آ رہے ہیں۔

عنایا تیار ہو چکی تھی۔ جبکہ زارون ابھی تک سویا ہوا تھا۔

زارون پلیز اب آٹھ بھی جائیں۔اور کتنا سوئیں گے ؟

باہر مماویٹ کر رہی ہوں گی۔ جانا نہیں ہے کیا؟؟ عنایا نے اس سے پوچھا۔اور اپنے بال سلجھانے لگی۔

عنایا کی آواز سن کر زارون اٹھا اور اس کے قریب آتے ہی

اس کی پشت کے ساتھ لگے اس کی کمر کے گرد ہاتھ باندھے۔

سامنے لگے شیشے میں اپنا اور عنایا کا عکس دیکھا۔

ہم دونوں ساتھ کتنے اچھے لگ رہے ہیں یہ کہتے ہی اسکی گردن پر اپنے لب رکھے۔

!! زارون پلیز

۔ رات کے گزرے لمحات یاد آتے عنایا نے آنکھیں بند کیں

زارون کی بڑھتی گستاخیوں سے تنگ آکر عنایا نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے واش روم کی طرف دھکیلا۔بہت دیر ہو گئی ہے اب جلدی سے تیار ہو جائیں۔

****

ردا اور منیل کی بیک وقت ہی آنکھ کھلی۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھا۔

منیل نے اپنا بازوں پھیلائے۔تو ردا نے اپنا سر اس کے بازو پر رکھا۔اور ہاتھ اس کے سینے پر

جبکہ منیل نے اس گداز کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے خود سے قریب کیا۔

اس کے کان کی لو کو چھوتے ہوئے خمار آلود آواز میں پوچھا۔

تم خوش تو ہو نہ ہمارے اس نئے رشتے سے ؟

ردا نے منیل کے ہر انداز میں نرمی محسوس کی۔ جیسے وہ کوئی پاکیزہ چیز ہو۔اور وہ اسے چھو کر معتبر کر رہا ہو۔شاید یہ نکاح کا پاکیزہ بندھن ہے۔جو میرے دل میں میرے ہمسفر کے لیے دلی جذبات پیدا کر دیئے۔

جی میں آپ کا ساتھ پانے سے خود کو خوش نصیب تصور کر رہی ہوں شکریہ مجھے یہ اعزاز بخشنے کا۔آپ نے آج یہ ثابت کر دیا عمروں کے فرق سے رشتوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا ۔

سامنے لگی گھڑی پر وقت دیکھا تو دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔اور جلدی سے بستر سے نکل کر منیل واش روم کی طرف بڑھا۔تو ردا کبرڈ سے اس کے کپڑے نکالنے لگی۔

****

فائقہ شاہ زارون اور عنایا تینوں نگینہ شاہ کے گھر ناشتہ لے کے پہنچے اس وقت سب ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ناشتے سے فارغ ہوئے تو فائقہ شاہ نے عنادل کے بارے

میں پوچھا کہاں ہے عنادل؟ وہ نظر نہیں آرہی .

نگینہ شاہ نے انہیں بتایا کے رات کو ہی وسام شادی ہال سے عنادل کو اپنے ساتھ لے گیا تھا اور مجھے فون پر عنادل کو اپنے ساتھ لے جانے کی اطلاع دے دی تھی

۔

******

وسام شاہ گھر آیا۔ عنادل کو احتیاط سے بستر پر بٹھایا۔

کچھ یاد آنے پر اس نے پاکٹ سے فون نکال کر نمبر ملایا۔ کچھ لمحوں بعد کال ریسیو کر لی گئی۔

!اسلام و علیکم

وعلیکم السلام ! کیسی ہیں مما آپ ؟

میں ٹھیک ہوں۔میری بہو کیسی ہے ؟ فائقہ شاہ نے پوچھا۔

آپ کی بہو بالکل ٹھیک ہے اس نے عنادل کی طبیعت کا نہ بتا کر انہیں پریشان کرنا
۔ مناسب نہیں سمجھا

مما آپ کو کیسے پتہ چلا کہ عنادل میرے ساتھ ہے۔وسام نے پوچھا۔

میں نگینہ کی طرف ہی ہوں۔ ہم تینوں رداا ور منیل کا ناشتہ لے کر یہاں آئے تھے۔

میرا بیٹا اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ اس نے خود اکیلے اکیلے ہی رخصتی کروالی۔ ماما کی یاد بھی نہیں آئی۔ بیوی کیا ملی تم تو اپنی ماں کو ہی بھول گئے انہوں نے وسام شاہ کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

اپنی مما کی بات سن کر وسام شاہ نے قہقہہ لگایا۔

اس کے قہقہ لگانے پر عنادل نے سوچا دل کرتا ہے اس کا منہ نوچ لوں۔

پھر سب نے باری باری وسام سے بات کی۔

ان سب کی باتوں کا جواب وسام شاہ خوشدلی سے دیتا رہا۔جب کے سامنے بیٹھی عنادل اس کو سب کے ساتھ اتنا ہنس ہنس کر بات کرتا دیکھ جل بھن کر رہ گئی۔

****

تمھارے تایا جان کا فون آیا تھا کہہ رہے تھے کہ شادی کو ایک

۔ ماہ گزر چکا ہے اور ہم نے یہاں آ کر انہیں بالکل بھلا دیا ہے

انہوں نے سخن کی منہ دکھائی کے لیے ہم سب کو حویلی

۔ مدعو کیا ہے۔ نگینہ بھابھی کو بھی میں نے اطلاع کر دی ہے

۔۔۔ تم بھی ان عنایا سے تیاری کا کہو انہوں نے زارون سے کہا

****

سخن نے اپنی منہ دکھائی پر بلیو کلر کا انگر کھا فراک جو

سلور کلر کے بڑے بڑے سٹون سے مزین تھا۔اور دوپٹے کے

پلوؤں پر ویسا ہی دوپٹی سلور نگوں والا بارڈر جگمگا رہا

تھا۔ جانے انجانے آج وہ ضامن شاہ کے فیورٹ کلر میں تھی۔

سب عورتوں کے جمگھٹے میں سخن کو بیٹھا دیکھ اور خود کی پہنچ سے دور،

۔۔۔۔ضامن کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔

سب نے باری باری ساری سخن کو منہ دکھائی کے تحائف

دیئے۔ سید نقی شاہ نے سخن کو رات میں ایک خوبصورت

سونے کا گلوبند سیٹ جو سخن کی ساس کی نشانی تھی۔اسے تحفے میں دیا۔وہ آج سخن

نے پہن رکھا تھا ۔

فائقہ شاہ اور نگینہ شاہ دونوں نے اسے تحائف دیتے ہوئے سدا سہاگن رہنے کی

بھی دعا دی۔

جبکہ ینگ پارٹی نے اسے ضامن کو لے کر خوب تنگ کیا ۔

******

شام کو سب کزن مل کر لان بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ سخن

سب کے لیے چائے بنا کہ لائی تو ضامن نے اسے روکا۔ سخن

۔ ادھر ہی رکو نا ہم سب باتیں کر رہے ہیں تم بھی ہمارے ساتھ بیٹھو

سخن رکنا تو نہیں چاہتی تھی۔ مگر سب کی موجودگی کی وجہ سے انکار نہ کر سکی۔

کیوں نہ ہم سب کوئی گیم کھیلیں۔آیت نے سب کو اکٹھا

دیکھ کر اپنے مفید مشورے سے نوازا۔۔۔

کون سی گیم کھیلنی ہے؟؟ حجاب نے پوچھا۔

ہمممم۔۔۔آیت نے سوچتے ہوئے کہاٹرو۔۔ڈیئر

ٹھیک ہے منیل بولا۔

جاؤردا جاکر بوتل لاؤ۔

ردا کے بوتل لاتے ہی منیل نے گیم شروع کی اور بوتل کو گھمایا تو وہ گھومنے کے بعد ردا کے سامنے رکی۔

ردا بوتل کو اپنی طرف رکتا دیکھ کر چیخی۔۔۔تم نے جان بوجھ کر بوتل میری طرف روکی ہے۔اس نے منیل پر الزام لگایا۔

بالکل بھی نہیں سب دیکھ رہے تھے میں نے کوئی چیٹنگ

نہیں کی منیل نے سب کو حمایتی نظروں سے دیکھا کیوں بھئی سب دیکھ رہے تھے

۔ نہ

سب نے شور مچاتے ہوئے کہا کوئی چیٹنگ نہیں ہے۔اب جلدی بولو ٹروِیا ڈیئر ؟

اوکے ردا نے ہار مانتے ہوئے کہا۔ڈیئر۔

۔ سامنے باؤل میں رکھی ڈیئر والی چٹ میں سے ایک اٹھائی تو اس پر لکھا تھا

Song a romantic song.

مجھے گانا نہیں آتا ہے۔ ردا برا سا منہ بنا کر بولی

حجاب نے اس کا بھانڈا پھوڑا آتا ہے اسے اب نخرے نہ کرو جلدی سے سناؤ۔

منیل نے ردا کو آنکھوں سے اشارہ کیا گانا سنانے کا تو ردا نے گانا شروع کیا۔

ملے ہو تم ہم کو بڑے نصیبوں سے

چرایا ہے میں نے تمہیں قسمت کی لکیروں سے

تیری محبت میں سانسیں ملیں ہیں

ذرا رہنا دل میں قریب ہو کے

ملے ہو تم ہم کو بڑے نصیبوں سے۔

گانے کے ختم ہونے پر سب نے تالیاں بجا کر اسے داد دی

جب کہ منیل اسے آنکھوں ہی آنکھوں آنکھوں سراہے بنا نہ رہ سکا۔

منیل نے پھر سے بوتل گھمائی تو زارون پر رکی۔

زارون نے اپنے آپ پر بوتل کو رکتے دیکھا تو بولا ٹرو۔

آیت نے کہا بھائی سے سوال میں پوچھوں گی۔

چلیں بھائی بتائیں آپ کی زندگی کی پہلی چوری؟

زارون آیت کا سوال سن کر مسکرایا

اور والٹ سے ایک جھمکا نکالا۔ عنایا نے جب اپنا اس دن

مہندی میں گما ہوا جھمکا زارون کے پاس دیکھا تو بولی۔ یہ آپ کے پاس تھا۔ میں

نے اسے کتنا ڈھونڈا تھا ۔

تم تو وہاں سے چلی گئی تھی لیکن یہ جھمکا تمہاری یاد بن کر میرے پاس ہی رہ گیا۔

سب کو مہندی والے واقعے کا علم ہوا

تو وہ ان دونوں کو چھیڑنے لگے۔

۔ اس بار بوتل گھوم کر ضامن کے سامنے رکی تو اس نے ڈیئر لیا

باؤل میں ہاتھ ڈال کر چٹ نکال کر کھولی تو اس میں اپنے پارٹنر کے ساتھ کپل ڈانس کرنے کا ٹاسک تھا۔

ضامن نے پڑھنے کے بعد سخن کے چہرے کا جائزہ لیا جو اسے دیکھ کر نظر جھکا گئی۔

ضامن شاہ پاکٹ میں سے موبائل نکالا اور اپنا پسندیدہ گانا لگا کر والیم فل کیا اور موبائل وسام کی طرف اچھالا جسے اس نے مہارت سے کیچ کر لیا۔

ضامن شاہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

May I ?

سب کی نظریں اس وقت ان دونوں پر تھیں۔

صاحب آج یہ دن بھی دیکھنے تھے۔ ASP شاباش

آج کتنے عرصے بعد وسام شاہ اپنے ازلی شوخ لہجے میں لوٹ کر بولا تھا۔

سخن نے کسی بھی بدمزگی سے بچنے کے لیے لئے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ ضامن کے ہاتھ

میں دے دیا ۔۔

ضامن نے اس کا ایک ہاتھ تھامے ہوئے دوسرا ہاتھ اپنے شانے پر ٹکایا۔

اس کی نازک کمر کے گرد اپنا بازوں سے گھیرا تنگ کیے گانے

کے بولوں پر سخن کو ساتھ لئے ہلکے ہلکے مووز لینے لگا۔

دیکھا ہزاروں دفعہ آپ کو پھر بے قراری کیسی ہے

سنبھالے سنبھلتا نہیں یہ دل کچھ آپ میں بات ایسی ہے

لے کر اجازت اب آپ سے سانسیں یہ آتی جاتی ہیں

ضامن کی پر تپش سانسیں اس کے چہرے کو جھلسا رہی تھیں۔

آغوش میں ہے جو آپ کی ایسا سکوں اور پائیں کہاں

آنکھیں ہمیں یہ راس آ گئیں اب ہم یہاں سے جائیں کہاں۔

ضامن نے سخن کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اس کی

کمر پر اپنی گرفت میں ذرا شدت پیدا کی تو سخن نے اس کی طرف دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں اپنے لیے جذبات کر یہ اور آنکھیں زور سے میچ لیں۔

دونوں کے خوبصورت کپل ڈانس کے ختم ہونے پر سب نے خوب ہوٹنگ کی۔

اب کی بار وسام شاہ کی باری آئی۔تو اس نے اپنے لیے ٹروچنا۔

ضامن شاہ نے کہا اس بار وسام شاہ سے سوال میں

پوچھوں گا۔

ٹھیک ہے۔۔۔وسام شاہ نے کھلے دل سے آفر کی۔میں سوال کا

جواب سچائی سے دوں گا پوچھ لو آج جو بھی پوچھنا ہے۔

اوکے ہر وقت تتلیوں میں گھومنے والے سے یہ پوچھنا چاہتا

ہوں تمہارے دل میں کیا ہے؟اپنی پہلی محبت کا نام بتاؤ؟

وسام شاہ نے اپنے ساتھ بیٹھی عنادل کا ہاتھ تھام کر سب کے سامنے اپنے لبوں سے لگایا۔

عنادل وسام شاہ کو سب کے سامنے ایسا کرتے دیکھ شرمندہ ہوئی۔

میری پہلی اور آخری محبت میری ہم سفر، میری

زندگی، میری محرم ہے۔ ویسے آج میں موڈ میں ہوں تو آپ

سب سے اپنا سیکرٹ شیئر کرتا ہوں۔ بچپن میں ہم نے ایک دوسرے کو بہت سے

لو لیٹرز لکھے تھے۔

وسام کی بات سنتے حیران ہونے کی باری اب باقی سب کی تھی۔

جبکہ عنادل سب کے سامنے یہ بات کھل جانے پر وسام شاہ کو گھور کر ہی رہ گئی۔

حجاب کی باری آئی تو اس نے ٹر ولیا۔

زارون نے حجاب سے پوچھا۔ تمہاری زندگی میں تمہیں کس

چیز کی کمی سب سے زیادہ محسوس ہوتی ہے؟

زارون کی بات سن کر حجاب ایک دم خاموش ہو گئی۔

کچھ لمحوں بعد کہا مجھے میرے بابا کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے سید تقی شاہ کا

ذکر آتے ہی سب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

حجاب ہچکیوں سے رونے لگی تو یہ دیکھ کر سخن برداشت نہ کر پائی۔وہ اٹھ کر اس کے گلے لگی۔

سید نقی شاہ نے سب کے جانے کے بعد ڈنر کے وقت ضامن کو ایک اینولیپ دیا۔

یہ کیا ہے بابا؟اس نے پوچھا۔

تمہارے اور سخن کے لیے ہے۔میں چاہتا ہوں تم کچھ دنوں کے لیے گھوم پھر آؤ۔اس سے پہلے کہ تمہاری چھٹیاں ختم ہو جائیں۔پھر تو تم نے ڈیوٹی جوائن کرنی ہے۔

سخن جوان کے پاس کھڑی ان کے لیے گلاس میں پانی ڈال رہی تھی۔ان کی بات سنتے ہی اسکا جگ والا ہاتھ لرز کر رہ گیا۔

ضامن نے اسے اس کیفیت سے نکالنے کے لیے اپنی طرف متوجہ کیا۔

سخن تم بھی بیٹھو۔اور ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔

آج پہلی بار سخن کو کسی نے اپنے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو

کہا تو سخن نے حیرانگی سے ضامن کو دیکھا۔

ضامن نے اسے آنکھوں کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔

سخن کے بیٹھتے ہی ضامن نے اس کے آگے خود پلیٹ رکھی اور اس میں چاول نکالنے لگا۔

سید نقی شاہ ضامن کو اپنی بیوی کی یوں خدمتیں کرتا دیکھا تو مسکرا کر اپنا کھانا ختم کرتے ہوئے اٹھے اور ان دونوں کو تنہا چھوڑتے باہر واک کے لیے نکل گئے۔

سید نقی شاہ کے وہاں سے جاتے ہی سخن اٹھنے لگی تو ضامن نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے جانے سے روکا۔

بیٹھو سخن۔۔۔۔ کھانا کھاؤ اس بار ضامن کا لہجہ تھوڑا سخت ہوا۔

ضامن نے چاول سے چمچ بھر کر سخن کی طرف بڑھایا

ضامن کے اس عمل سے سخن کی آنکھیں لبالب آنسوؤں سے

بھر گئیں۔آج اس کی بچپن کی بہت سی ادھوری خواہشوں

میں سے ایک خواہش، کہ کوئی تو اسے پیار سے اپنے ہاتھوں

سے کھانا کھلائے ضامن کو یوں پوری کرتا دیکھ اپنے جذبات سنبھال نہ پائی اور اسکی آنکھیں برسنے لگیں۔

ضامن نے جلدی سے ڈائننگ پر پڑے ٹشو باکس میں سے ٹشو نکالے۔اور سخن کی طرف بڑھائے۔

اپنے آنسو پونچھ لو۔

اسے علم تھا کہ اگر اس نے یہی عمل اپنے ہاتھوں سے کیا تو وہ برداشت نہ کر پائے گی ۔

سخن نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اپنی نظریں جھکائیں۔

تمہیں میں نے پہلے بھی کہا تھا کے اب میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔

اب اگر تم نے رونا بند نہ کیا یا تو جس طریقے سے میں یہ آنسو صاف کروں گا مجھے سو فیصد امید ہے کہ تم ضرور بے ہوش ہو جاؤ گی۔

سخن نے ضامن کو گھور کر دیکھا۔

ضامن نے اس کی گھوری کا نوٹس نہ لیتے ہوئے چمچ اس کے منہ کی طرف بڑھایا۔

جس سے اب کی بار سخن میں منہ میں ڈال لیا

کھایا پیا کرو میری شدتیں سہنے کے لیے تمہارا صحت مند ہونا لازمی ہے۔اس نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

جبکہ اس کی بات سن کر سخن کا چہرہ اناری ہوا۔ مگر اس نے اپنی نظریں جھکائے رکھیں۔

ضامن کو اسکے چہرے کی یہ بدلتی رنگت بہت بھلی لگی۔

ضامن نے آہستہ آہستہ اسے سارا کھانا کھلایا۔

جبکہ سخن اپنی بدلتی ہوئی دلی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھی۔

******

۔ وسام تم نے سب کے سامنے جھوٹ کیوں بولا

میں نے کیا جھوٹ بولا ہے؟ دل یہ کہتے ہوئے وسام اس کے قریب آیا۔

سب جانتے ہو تم میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں۔

دل میں واقعی تم سے ہی محبت کرتا تھا، کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔

مگر تمہاری ہر بات کو لے کر شدت پسندی کی عادت سے خائف تھا ہر بات میں

۔ ضد اور شدت پسندی اچھی بات نہیں

شاید تمہیں یہ بات سمجھانے کا میرا طریقہ غلط تھا میں مانتا ہوں ہو یہ بات

۔۔۔جب مجھے اب اپنی اس غلطی کا اندازہ ہوا ہے تو میں اس کی تلافی کرنا چاہتا

۔ ہوں

مگر تمہیں اب تک تمہاری غلطی کا احساس نہیں

۔ وسام شاہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

ہاں نہیں ہے مجھے احساس نہ ہی اپنی غلطی مانتی ہوں

اور اپنی کسی عادت کو سدھارنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتی۔

۔ عنادل نے اپنے ہاتھ جوڑتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا

لو میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں ہو میری جان چھوڑو اور مجھے یہاں سے جانے دو میں تمہارے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی۔

وسام شاہ نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر جکڑتے ہوئے خود سے قریب کیا۔

اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر وارن کیا

۔ اب تم وسام شاہ کی عزت ہو

شاہ کبھی اپنی بیوی کو نہیں چھوڑتے۔

میرے غصے کی ایک جھلک تم پہلے بھی دیکھ چکی ہو۔

۔ میری اجازت کے بغیر تم ایک قدم بھی باہر نہیں نکالو گی

۔ یہ کہتے ہی وسام شاہ نے جھٹکے سے اسے چھوڑا

وہ اس پر سختی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن عنادل ہر دفعہ اپنی کسی نہ کسی حرکت سے اسے طیش دلائے بنا نہ رہتی۔

******

بائے ایئر ضامن اور سخن نادرن ایریاز پہنچے۔ پھر وہاں سے

کاغان کے راستے سے ہوتے ہوئے بالاکوٹ تک کا سفر کیا۔

شوگران کا ابھی یہاں سے مزید کئی کلومیٹر تھا۔ وہ آگے کا سفر ایک جیپ میں طے کر رہے تھے۔

آگے کا راستہ بہت خراب اور پتھریلا تھا روڈ جگہ جگہ سے ٹوٹے ہوئے تھے۔

ڈرائیور آگے اور ضامن اور سخن پیچھے بیٹھے تھے۔

جیپ میں انہیں مسلسل جھٹکے لگ رہے تھے۔جب جیپ دائیں طرف ہوتی تو ضامن کا شانہ سخن سے ٹکراتا۔اور جب بائیں جانب ہوتی تو سخن کا شانہ اس سے ٹکراتا۔

سخن نے دونوں ہاتھوں سے سیٹ کو نچلی سائیڈ سے تھام رکھا تھا۔تا کہ خود کو ضامن کی طرف گرنے سے روک سکے۔

سخن مزید اس سفر سے اکتائی تو بولی

یہ آپ مجھے کہاں لے کے جا رہے ہیں؟ کس بات کا بدلہ لے رہے ہیں مجھ سے

؟اب تو وہ بس رو دینے کو تھی۔

بابا نے تو ہمیں پیرس کے ٹکٹس دیئے تھے۔ مگر میں نے سوچا۔ کیوں نہ ہم پاکستان

میں ہی کہیں گھومنے چلیں۔

میرے ایک دوست نے اس جگہ کا بتایا تو سوچا یہیں چلتے ہیں۔ ضامن شاہ نے کہا۔

تم نے تو ساری عمر حویلی سے باہر نکل کر کچھ دیکھا ہی نہیں۔

اور رہی بات اس پتھریلے راستے تو یار لائف میں تھرل اور

ایڈونچر نام کی بھی کوئی چیز موجود ہے۔ہم اپنی منزل پر

پہنچنے والے ہیں۔جب تم وہاں پہنچو گی تو مجھے دعائیں

دو گی۔وہاں اتنے خوبصورت نظارے دیکھنے کو ملیں گے۔ابھی شوگران آنے میں کچھ راستہ باقی تھا۔

ضامن نے سامنے ایک خوبصورت ہوٹل دیکھتے ہی ڈرائیور کو گاڑی روکنے کا کہا۔

۔ پھر وہ سخن کو ساتھ لیے باہر نکلا

۔ وہ ہوٹل ایک بہتی ہوئی ندی کے اوپر بنایا گیا تھا

پانی کے اندر ہی چار پائیاں اور میز لگے ہوئے تھے لوگ

بہتے ہوئے پانی میں پاؤں ڈبوئے کھانا کھانے میں مصروف

تھے۔

تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی ابھی آو یہاں سے کچھ کھاتے ہیں۔ ضامن نے سخن

۔ سے کہا

نہیں مجھے بھوک نہیں سخن نے اسے منع کیا۔اور قریب ایک

ایسی خوبصورت جگہ نظر آئی جس میں دنیا کی سب سے

خوبصورت ترین سنہری، رنگ برنگی مچھلیاں جو شفاف

پانی میں تیرتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ سخن اس طرف بڑھی۔

انہیں دیکھنے لگی۔اس کا دل چاہا انہیں چھولے۔وہ اپنے جوتے اتارتے ہوئے پانی میں اتر گئی۔اسے علم نہ تھا کہ پانی اتنا ٹھنڈا ہو گا۔

۔ اس کے پاؤں پانی میں چند لمحوں میں ہی سن ہو کر رہ گئے

ضامن جو اسے ادھر آتا دیکھ کر اس کے پیچھے آ رہا تھا

جب سخن کے چہرے کے تاثرات دیکھے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹھنڈے پانی سے باہر نکالا ۔

ضامن کی نظر اس کے پاؤں پر پڑی جو اس وقت ٹھنڈ کے باعث نیلے پڑ چکے تھے۔

ضامن سخن کو ایک قریبی پتھر پر بیٹھنے کا کہا اور خود

اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے پاؤں پکڑ کر اپنے ہاتھوں

کی تلیوں سے انہیں رگڑ کر حدت پہنچانے لگا۔

جب اس سے تسلی نہ ہوئی تو اس کے پاؤں اپنی جیکٹ میں ڈال لئے۔

یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ چھوڑ دیں پلیز۔ ایسا نہ کریں سخن شرمندگی کے باعث

بول اٹھی۔

ضامن نے اپنے منہ پر انگلی رکھ کر اسے بولنے سے منع کیا۔

کچھ دیر بعد جب اس کے پاؤں کی سرخی لوٹی تو وہ اسے جوتے پہنا کر وہاں سے اٹھا اور وہ دونوں گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔باقی کا سفر طے کیا۔

ضامن شاہ نے وہاں کے پائن پارک ہوٹل میں پہلے ہی سویٹ بک کروا رکھا تھا۔

وہاں پہنچتے ہوئے انہیں رات ہو چکی تھی روم میں آتے ہی سخن فریش ہونے واش روم میں گئی۔

سامنے ڈنر کا آرڈر دیتے روم میں کھانا منگوا لیا۔

سخن اپنا چہرہ دھوئے جب باہر آئی تو ضامن بیڈ پر کھانا رکھے اسی کے انتظار میں تھا۔

روم میں ایک کنگ سائز بیڈ کے علاوہ اور بیٹھنے کی کوئی چیز نہ تھی۔ضامن نے اسے اپنے ساتھ ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

سخن کے پاس بیٹھتے ہی ضامن نے نوالا بنا کر سخن کے منہ کی طرف بڑھایا۔

میں خود ہی کھالوں گی۔۔وہ منمنائی۔۔۔

جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں میں یہ ذمہ داری پوری خوشی سے نبھاؤں گا تم

۔۔۔۔ میری فکر میں مت گھلو

آپ کیوں میری عادتیں خراب کرنے پر تلے ہیں سخن ناراضگی سے کہا۔

ضامن نے اسے مزید بولنے سے روکنے کے لیے اس کے منہ میں دوسرا نوالا ڈالا۔

ان دنوں نے عشاء کی نماز ادا کی۔ باہر چلو گی؟ ضامن نے پوچھا۔

نہیں میں تھک گئی ہوں۔ سفر سے سر میں درد ہو رہا ہے اور

۔ چکر بھی آرہے ہیں اب میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں

ضامن شاہ خود بستر پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور ٹانگیں

۔ سیدھی کرلیں۔ سخن اپنے لیٹنے کی جگہ تلاشنے لگی

ضامن نے اس کی تلاش محسوس کرتے ہوئے کہا ادھر صوفہ نہیں جہاں ہم دونوں الگ الگ سوئیں۔

میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اور میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ گھبراو مت ادھر آؤ

جب وہ بیڈ پر آئی تو ضامن نے تکیہ گود میں رکھتے ہوئے اس پر سخن کو اس کا

سر رکھنے کا کہا۔

سخن نے گھبراتے ہوئے اس کی بات مان کر تکیے پر اپنا سر رکھا کر تو ضامن نے

۔ اپنے ہاتھوں سے ہولے ہولے دبانا شروع کیا

پلیز!!!! سخن نے اپنی بند آنکھوں سے کہا

جو باتیں تمہیں مجھ سے کہنی چاہیے وہ تو کہتی نہیں باقی فضول بولتی رہتی ہو۔

تمہارے دل میں جو بات ہو تم وہ مجھ سے شیئر کر سکتی

ہو۔ سخن مجھے تم سے وہ سب سننا ہے اپنے دل کا خالی پن

ہر دکھ درد مجھے بتاؤ۔ جو اتنے سالوں سے اپنے اندر تم

پالتی آئی ہو۔ میں تمہارا ہر دکھ درد شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے دل میں کسی

بات کو لے کر جو بوجھ ہے وہ مجھ پر اتار دو۔

جبکہ سخن تو یہ سوچ رہی تھی کہ میں بچپن سے اس

احساس کے لیے کتنا تڑپتی ہوں کہ کبھی میرا سر بھی کوئی اپنی گود میں رکھ کر سہلائے مجھے بھی کوئی پیار کرے۔

وہ دل میں اپنے رب سے مخاطب تھی آپ نے میرے اندر کی ہر حسرت کو پورا کرنے کے لیے اس شخص کو ہی کیوں چنا؟

سخن کو کچھ دیر بعد سکون ملا تو اسے کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کب نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔

ضامن شاہ سخن کے چہرے کے دلکش نقوش میں کھو گیا۔

آج وہ دوسری بار اسے اتنے قریب سے دیکھ رہا تھا ہر وقت

اداس رہنے والی آنکھیں بند تھیں۔چہرے پر دنیا جہان کی معصومیت لیے وہ اس کے حواس چھین رہی تھی۔

فجر کی آواز سن کر سخن کی آنکھ کھلی تو خود کو ابھی بھی ضامن کی گود میں سر رکھے پایا

۔

ضامن شاہ ابھی بھی اسے دیوانوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔سخن نے اٹھ کر اپنا دوپٹہ درست کیا۔اور وضو کے لیے واش روم کی طرف بڑھ گئی

فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ دونوں ہوٹل سے باہر نکلے

اور چلتے چلتے دور آ گئے۔پہاڑوں کے درمیان سے سنہری

کرنیں پھوٹنے لگیں۔آج طلوعِ آفتاب کا منظر بہت دلکش

لگا۔ہوا میں خنکی موجود تھی۔پرندوں کے چہچہانے نے

ماحول میں اک عجب سماں پیدا کر رکھا تھا۔ہلکی ہلکی

۔ روشنی ہونے لگی تھی۔ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا

لہلہاتے درخت جیسے ان دونوں کو سلامی پیش کر رہے تھے۔

سخن تو جیسے خدا کے بنائے گئے اس قدرتی حسن میں کھو گئی۔

واقعی آپ ٹھیک کہہ رہے تھے۔یہ میری پوری زندگی میں

دکھنے والا سب سے حسین نظارہ ہے۔یہاں کتنا سکون ہے۔

سخن نے آنکھیں بند کیے کہا اور وہ دل سے یہ سب محسوس کرنے لگی۔

ضامن شاہ سخن کو خوش دیکھتے ہوئے مسکرایا۔۔۔

سخن میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔۔یہ کہتے ہوئے

ضامن آگے بڑھا۔۔۔پہاڑوں کی طرف نیچے ایک گہری کھائی تھی۔

سخن !!!! سخن !!!!! ضامن شاہ نے اونچی آواز میں اس کا نام پکارا تو یہ نام ہر جگہ گونجنے لگا۔

میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔

میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔

اس جملے کی بازگشت چاروں طرف پھیلی۔

سخن کے دل میں عجب ہلچل مچی۔

مگر وہ پتھر بنی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

ضامن شاہ نے پلٹ کر کہا۔

'آج میری محبت مان لیجیئے یا مار دیجیے۔'

ضامن شاہ نے یہ کہتے ہی اپنے قدم الٹے لینے شروع کیے۔وہ کچھ قدم اور پیچھے لیتا تو گہری کھائی میں جا گرتا۔

سخن نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر پوری قوت سے اپنی جانب کھینچا۔۔۔

آپ کہتے ہیں آپ کو مجھ سے محبت ہے۔ محبت تو ایک پاکیزہ جذبہ ہے۔ کیسی تھی" آپ کی محبت ؟؟؟؟؟ نفس میں لپٹی ہوئی۔" سخن نے کہا

کیا تم سب بُھلا کر میرے ساتھ ایک نئ زندگی کی شروعات نہیں کر سکتی؟ ضامن بولا۔

سخن اس کی بات کو نظر انداز کیے واپسی کے راستے کی طرف بڑھی۔

ضامن شاہ بھی اسی کے پیچھے بڑھ گیا۔۔۔۔

ضامن شاہ نے آپسی تلخی کو ختم کرنے کے لیے اس سے یوں ہی ادھر ادھر کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھایا۔ آج کا سارا دن ان دونوں نے شوگران کے قدرتی مناظر کو دیکھتے ہوئے گزارا۔

رات کو وہ دونوں تھک کر اپنے بستر پر آئے تو ضامن نے اپنی بازو آگے کی۔تاکہ سخن اس پر اپنا سر رکھ لے۔

۔ سخن نے گھور کر اسے بازو ہٹانے کو کہا

۔ مگر ضامن شرارتی نظروں سے اسے دیکھنے میں مصروف تھا

یار محرم ہو تمہارا اتنا تو حق بنتا ہے۔ضامن نے لہجے میں معصومیت سموئے کہا۔

سخن نے اپنا دوپٹہ اس کے بازو پر رکھا اور پھر اپنا سر اس پہ رکھ کر آنکھیں موند لیں۔

ضامن شاہ نے جب سخن کا یہ عمل دیکھا۔تو بولا۔

یار یہ کس قسم کا ہنی مون ہے؟ جس میں دلہن اپنے دولہا

کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دے رہی۔یقیناً یہ دنیا کا

واحد ناقابل فراموش ہنی مون ہو گا۔کہ دلہا ابھی تک کنوارا ہے۔

ضامن کی بات سن کر سخن ہنسی تو ضامن اس کی مدھر

ہنسی میں کھو گیا۔اس کی ہنسی کی آواز اتنی خوبصورت

تھی کہ ضامن کو اپنے دل میں سکون سا اترتا ہوا محسوس

ہوا۔اس نے سوچا گلیشیر پر جمی برف پگھلنے کی شروعات ہو چکی ہے۔

****

جب سے زینب شاہ اپنے گھر واپس آئی تھیں۔گھر کا ماحول ہر وقت جنگ وجدل کا منظر پیش کرتا تھا۔

زینب شاہ کی اپنی بہو سے بہوؤں سے بنتی نہ تھی۔وہ ہر وقت ان کے کسی نہ کسی کام کو لے کر مین میخ نکالتی اور روک ٹوک کرتیں۔

ان کی دونوں بہوئیں صدف اور صمائرہ بھی ان سے زبان درازی کرتیں۔

ایک سیر تو دوسرا سوا سیر۔

عالم صاحب کے کچھ دوست آج رات ڈنر پر مدعو تھے سیدہ زینب شاہ کچن میں انتظامات دیکھنے کی غرض سے آئی۔

صدف برتن دھو رہی تھی۔اور صمائرہ پکوڑوں کے لیے کڑاہی میں تیل گرم کئے بیسن کا بیٹر تیار کر رہی تھی۔

رات کے کھانے کی تیاری کہاں تک پہنچی؟

زینب شاہ نے دونوں سے پوچھا۔

صدف نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔اور رخ موڑے برتن دھونے میں ہی مصروف رہی۔

جبکہ صمائرہ جوان کی بڑی بہو سالار کی بیوی تھی اس نے زینب شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

جس کے شوہر کے دوست آرہے ہیں وہ تیاری کرے ہمیں کیا نوکر سمجھ رکھا ہے۔

کام تو تمہارے اچھے بھی کریں گے۔زینب شاہ غصے سے اس

کی طرف بڑھی۔اور صمائرہ کا ہاتھ تھامے چولہے پر رکھی

کڑاھی جس میں گرم ابلتا ہوا گھی تھا۔اس میں اس کا ہاتھ ڈال دیا۔

صمائرہ کی چیخیں سارے گھر میں گونجنے لگیں۔صدف نے

آگے بڑھ کر زینب شاہ سے اس کا ہاتھ چھڑوایا۔اور صمائرہ

کو لیے واش بیسن کی طرف بڑھی۔اس کا ہاتھ نل کے نیچے کیے اس پر مسلسل پانی

بہانا شروع کیا۔

صمائرہ کے ہاتھ کی سکن پوری طرح جل چکی تھی۔کچھ ہی دیر میں ساری جلد پر سرخ آبلے نمودار ہونے لگے۔

مگر ہاتھ پر جلن اور تلخی برداشت نہ کرتے ہوئے صمائرہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہوتے کچن کے فرش پر گر گئی۔

عالم صاحب کو جب واقع کا علم ہوا تو وہ صمائرہ کو لئے فورا ہسپتال پہنچے۔

صمائرہ کی ٹریٹمنٹ کے بعد جب وہ ہوش میں آئی تو اس نے اپنے میکے میں اپنے بھائی کو فون کیا۔

سالار شاہ برے دوستوں کی سنگت کی وجہ سے ان کے ساتھ چوری اور ڈکیتی جیسے جرائم میں ملوث ہو چکا تھا۔ وہ گھر کم ہی پایا جاتا۔ زیادہ تر ان دوستوں کے ساتھ ہی وقت گزارتا۔ اور کئی کئی دن گھر نہ لوٹتا۔

****

وہ ایئر پورٹ پر موجود تھا۔ آج اتنے سالوں بعد اپنے وطن

واپس آکر اس کا دل مطمئن تھا۔ وہاں سے اپنا سامان ان

گاڑی میں رکھے۔ ایک ننھے وجود کو جو کمبل میں لپٹا ہوا

تھا۔ اسے ساتھ لئے اندر بیٹھا۔ اور ڈرائیور کو حویلی کا راستہ سمجھا جانے لگا۔

سید نقی شاہ جو زمینوں پر جانے کے لئے حویلی سے نکل رہے تھے۔سامنے اپنے

بڑے بیٹے قاسم شاہ کو گاڑی سے نکلتا

دیکھ کر حیران ہوئے۔

قاسم شاہ تیز قدموں سے چلتا ہوا ان کے قریب آیا اسلام علیکم باباجان! کہتے

ہوئے ان کے گلے لگ گیا۔

. وعلیکم اسلام! انھوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا

تم نے اپنے آنے کی اطلاع کیوں نہیں دی انھوں نے شکوہ کیا۔

بس بابا میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔

قاسم کے دوسرے بازو میں ایک ننھے بچے کو دیکھ کر ٹھٹھکے۔۔۔

یہ کون ہے ؟؟؟انہوں نے قاسم شاہ سے پوچھا

بابا یہ !!!!اس نے جھجھکتے ہوئے اپنی بات کا آغاز کیا۔

بابا میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔آپ کی اجازت کے بغیر میں نے فضاء سے

نکاح کر لیا تھا۔

یہ میرا بیٹا ہے۔اس کا نام میں نے دادا جان کے نام سے رکھا ہے۔ سکندر شاہ۔

اس کی ماں کہاں ہے ؟۔سید نقی شاہ نے پوچھا۔

اس کی پیدائش کے وقت کچھ کمپلیکیشنز کی وجہ سے اس کی ڈیتھ ہو گئ قاسم شاہ نے افسردہ لہجے میں بتایا۔

******

آمنہ تم میری خلع کے لیے کسی وکیل کو ہائر کرو۔ عنادل نے سر گوشی کے انداز ۔ میں فون کان سے لگاتے ہوئے اپنی قریبی دوست سے کہا

کیا کہہ رہی ہو؟ہوش میں تو ہو تم اس نے پریشانی سے کہا۔

میں تم سے جیسا کہہ رہی ہوں بس ویسا ہی کرو ابھی میں یہاں سے نہیں نکل سکتی ۔پلیز تم میرا یہ کام کروا دو۔

وسام شاہ کے اندر آتے ہی عنادل نے کال کاٹ دی مگر موبائل ابھی بھی اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔

کس سے فون پر باتیں ہو رہی تھیں ؟وسام شاہ نے پوچھا۔

تم سے مطلب ؟عنادل نے منہ بناتے ہوئے اسے جواب دیا۔

مطلب تو سارے تمہارے مجھ تک ہی آتے ہیں خیر چھوڑو۔۔آؤ آج ڈنر پر چلتے ہیں۔۔ وسام شاہ نے اس کا دل خوش کرنے کے لیے کہا

مجھے تمہارے ساتھ گھومنے پھرنے کا کوئی شوق نہیں۔

ٹھیک ہے پھر میں کوئی اور ڈھونڈ لیتا ہوں ہو ویسے بھی اسلام میں مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے وسام شاہ نے اس کی دُکھتی رگ کو چھیڑا۔

وہ اس کی یہ بات سن کر کر تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔۔۔

اگر میرے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچا بھی تو تو میں تمہارا یہ جو وجیہہ چہرہ ہے نہ اسے بگاڑ کر رکھ دوں گی اس نے اپنے بڑے بڑے ناخنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے دھمکایا۔۔۔

******

ضامن اور سخن واپس آچکے تھے۔ضامن آتے ہی اپنے بڑے بھائی قاسم شاہ سے ملا ۔

ان دونوں کو بھی قاسم کے ماضی کی تفصیل سے سید نقی شاہ نے آگاہ کیا۔

ننھے سکندر شاہ کو دیکھتے ہی سخن نے اسے گود میں اٹھالیا اور اسے ڈھیروں ڈھیر پیار کرنے لگی ۔

****

سخن ناشتے کے لیے ضامن شاہ کو بلانے روم میں آئی۔

ضامن شاہ ڈریسنگ کے سامنے پولیس یونیفارم میں تیار

۔ کھڑا۔اپنے بال سیٹ کرتے ہوئے سر پر کیپ پہن رہا تھا

پولیس یونیفارم اس کی مردانہ وجاہت میں چار چاند لگا

رہی تھی۔کچھ لمحے سخن اسے دیکھ کر اپنی جگہ فریز ہوگئی۔

ضامن شاہ نے سخن کو یوں اپنے آپ کو تکتا ہوا پایا۔تو اسے ہوش میں لانے کے

لیے بولا۔

"ہائے ہنی"

سخن اپنا نیا نام سن کر ٹھٹکی یہ آپ نے مجھے ابھی کس نام سے بلایا ہے؟

ہنی سے اگر ہنی سے بھی کوئی میٹھی چیز اس دنیا میں موجود ہے تو وہ ہو تم۔

ضامن شاہ نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھا۔

ویسے ہنی والا سیکرٹ پھر کبھی شئیر کروں گا۔

اچھا آج میں ڈیوٹی جوائن کر رہا ہوں گڈ بائے کس تو بنتی ہے۔ضامن نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا۔

آپ یہ صبح صبح کیسی فضول باتیں کر رہے ہیں۔ چلیں ناشتہ کر لیں۔ سخن نے اس کی فرمائش کو نظرانداز کرتے غصے سے کہا۔

ضامن شاہ نے اس کے قریب آتے ہی اپنے سر سے کیپ اتار کر

اس کے سر پہ رکھی غنڈے موالی اے۔ایس۔پی ضامن شاہ

کے نام سے بھی ڈرتے ہیں جب کہ گھر میں اے۔ایس۔پی

اپنی بیوی کی ناراضگی سے ڈرتا ہے۔ باہر کسی کو پتہ چلا تو

میری کیا عزت رہ جائے گی اس نے ڈرامائی انداز میں آہ بھرتے ہوئے کہا۔

سخن کی طرف سے کوئی بھی تاثر نہ ملنے پر اپنی کیپ پہنے بِنا ناشتہ کیے وہاں سے باہر نکل گیا۔ سخن اس کے پیچھے گئی مگر وہ نکل چکا تھا۔

وہ بھاگتی ہوئی اپنے روم کے ٹیرس میں آئی۔

ضامن شاہ گاگلز لگائے جیپ میں بیٹھ چکا تھا۔ مگر دھوپ کی وجہ سے ٹیرس میں موجود سخن کا عکس اسے زمین پر نظر آیا۔اس نے مسکرا کر جیپ آگے بڑھائی۔۔

سر ایک گینگ ہے جو چوری اور ڈکیتی میں آج کل بہت

سر گرم ہے۔ ہم نے ایک بار ریڈ کر کے ان کو پکڑنے کی کوشش

کی۔ مگر ناکام رہے ایک بار کچھ لوگ ہمارے ہاتھ لگے تو ان

کے خلاف کسی قسم کا کوئی ثبوت نہ ملنے پر انہیں رہا کر

دیا گیا۔ضامن کے پولیس اسٹیشن پہنچنے پر اس کے اسسٹنٹ نے اسے اطلاع دی۔

سر یہ دو فائل دوسرے کیسز کی ہیں جو پینڈنگ ہیں۔اس

نے وہ فائلز اس کے سامنے میز پر رکھیں۔تو ضامن باریک

بینی سے ایک ایک پوائنٹ کو جانچنے لگا۔۔۔

******

ڈاکٹر نے آکر صماہرہ کی حالت کے بارے میں بتایا۔دیکھیں

پیشنٹ پریگنینٹ تھی اوران کواندرونی چوٹیں آئی ہیں

اس حادثے سے ان کے بچے پر بھی کچھ اثرات ہوئے ہیں۔ان

اثرات کے بارے میں ڈلیوری کے بعد ہی کچھ پتہ چل سکتا ہے فی الحال ان کو آرام کی سخت ضرورت ہے۔

صمائرہ کا بھائی وامق شاہ جو اپنی بہن کی طبیعت سن کر یہاں آیا تھا۔ڈاکٹر کی ساری بات سن کر وہیں کھڑے عالم سے مخاطب ہوا۔

میں چاہوں تو آپ کی بیوی پر اپنی بہن کے ساتھ ان کیے گئے تشدد کی سزا میں ان پر کیس کروا سکتا ہوں۔وہ تھوڑا رکا اور پھر سے اپنی بات شروع کی

میں نے دیکھ ہی لیا ہے۔اس گھر میں میری بہن کا کتنا خیال رکھا جا رہا ہے میں اپنی بہن کو اپنے ساتھ لے کے جاؤں گا جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جائے گی۔

اپنے بیٹے سے کہہ دیجئے گا اگر میری بہن کو ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو اسے اپنے لئے الگ گھر کا بندوبست کرنا ہو گا پھر آکر اسے لے جائے ۔

مگر! علم شاہ نے کچھ بولنا چاہا۔

وامق شاہ نے ہاتھ کا اشارہ کئے انہیں مزید بولنے سے روکا ۔

*****

وسام شاہ تو صبح کا آفس جا چکا تھا۔ عنادل نے گھر کی صفائی کی، کھانا بھی بنالیا۔ مگر وقت تھا کہ گزر ہی نہیں رہا تھا۔ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے بیٹھے اس نے اپنی آنکھیں موندیں اور وسام کے بارے میں سوچنے لگی۔

اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے وسام شاہ کے وہی نشان نظر آئے جو ہو بہو اس کی طرح ہی تھے۔

اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔اس بارے میں پتہ لگانا

تو میں بھول ہی گئی۔وہ تیزی سے کمرے کی طرف بڑھی

اور ساری کبرڈز کھولے ان کی تلاشی لینے لگی۔شاید کہیں

سے کوئی کاغذ،یا رپورٹ کسی بھی قسم کا کوئی پروف ہی

مل جائے۔ایک گھنٹے کی مشقت کے بعد ناکامی ہی اس کے

ہاتھ آئی اور وہ تھک ہار کر وہیں بیٹھے اس بارے میں سوچنے لگی۔

*****

ضامن شاہ کو گئے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا مختلف کیسز

کے سلسلے میں اسے ایک دو بار پروف اکٹھا کرنے کے لئے شہر سے باہر بھی جانا پڑا

۔

آج اسے پہلے سے ہی کسی جگہ پر ڈکیتی ہونے کی اطلاع مل چکی تھی۔

ضامن شاہ اپنی ٹیم کو لیے اس بلڈنگ کے قریب پہنچا تو

کچھ لوگ وہاں کی دیوار پھلانگ کر روڈ کی طرف بڑھ رہے

تھے۔ضامن شاہ کے اشارے پر اس کی ٹیم کے کچھ جوان ان

بھاگنے والوں کے پیچھے بڑھے کہ انہوں نے اپنے بچاؤ کے لیے ان پر فائرنگ

۔ شروع کردی

ضامن شاہ اپنی طرف کی گئی فائرنگ سے بچنے کے لیے لئے

تھوڑا نیچے ہوا مگر گولی چھو کر اس کی بازو کے قریب سے

گزر گئی اور اس کے بازو سے خون رسنے لگا۔اس نے اپنے

۔ خون کی پرواہ کیے بنا۔اپنی ٹیم کو بھی جوابی فائرنگ کی اجازت دی

بلڈنگ سے آخر میں جو دو لوگ باہر کودے۔ضامن نے انہیں

گھیر لیا۔اور ایک کے منہ پر زور سے ایسا پنچ مارا کہ اس کی منہ سے خون کا فوارہ چھوٹ گیا۔

اور دوسرے کی ٹانگ پر کک ماری کہ وہ اوندھے منہ زمین پر گرا۔

دو لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

جبکہ چار لوگ پکڑے گئے وہ ان سب لوگوں کو جیب میں

بٹھائے پولیس اسٹیشن لائے اور انہیں لاک اپ میں بند کیا۔

ان کے منہ پر چڑھے نقاب ہٹائے گئے تو ان سب میں سے ایک سالار کو دیکھ ضامن کو شاک لگا۔

سالار شاہ نے جب دیکھا کہ ضامن شاہ اسے پہچان چکا ہے تو وہ اس کے سامنے گڑگڑانے لگا دیکھو ضامن میں نے کچھ نہیں کیا یہ لوگ زبردستی مجھے۔۔۔۔۔۔

ضامن شاہ نے سرد نظروں سے اسے دیکھا تو اس کی بولتی بند ہو گئی۔

******

سخن سکندر کو سارا دن گود میں لیے اس کا خیال رکھتی۔

اسے خوب پیار کرتی اور اس کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے

کرتی۔اپنے بچپن کے گزرے تشنگی کے پل وہ سکندر شاہ

میں جینے لگی۔اگر اس کی ماں ہوتی تو اس کی زندگی میں تشنگی نہ ہوتی۔

مگر آج صبح سے ہی اس کا دل عجیب پریشانی میں مبتلا

تھا کچھ برا ہونے کا احساس اس کے دل میں گھر کر رہا تھا۔

بات بے بات آنسو اس کی آنکھوں میں بھر رہے تھے۔ سکندر

سارا دن سخن کے پاس ہی رہتا۔ مگر رات ہوتے ہی قاسم شاہ

سخن کے آرام کے خیال سے سکندر کو رات میں اپنے پاس ہی سلاتا۔

لاؤ سخن، سکندر کو مجھے دے دو اس کے سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ قاسم شاہ نے

کہا۔

۔ کوئی بات نہیں بھائی اسے میرے پاس ہی رہنے دیں وہ بولی

صبح کی تم اس کے پیچھے خوار ہو رہی ہو تمہیں بھی آرام کی ضرورت ہے جاؤ شاباش جا کر آرام کرو۔

سخن نے سکندر کو اسے پکڑایا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

******

سید ضامن شاہ اپنے کمرے میں آیا تو سامنے بستر پر دیکھا

سخن شانوں تک کمفرٹر اوڑھے ضامن کے تکیے کو خود میں بھینچے سو رہی تھی۔

آدھے بستر پر سخن کے بال پھیلے ہوئے تھے جنہوں نے اس کا

چہرہ بھی چھپا رکھا تھا۔ضامن اس کے اتنے لمبے بال دیکھ کر حیران ہوا۔

اس نے تو جب بھی دیکھا سخن نے ہر وقت سر پر دوپٹہ اوڑھ رکھا ہوتا۔

ضامن شاہ نے قریب جا کر اس کے ریشمی بال اس کے

چہرے سے ہٹائے۔ایسا لگا بدلی میں چھپا چاند نظر آیا ہو۔

ضامن شاہ نے اس کے بال سمیٹ کر ایک سائیڈ پر کیے اور

آہستگی سے اپنا تکیہ اس کے بازوؤں سے نکال کر اس کی جگہ پر رکھا۔

اپنی خون آلود شرٹ پر نظر پڑی تو اسے اتار کر سائیڈ پر رکھا اور اپنی جگہ لیٹ کر سخن کو خود میں سموئے سو گیا ۔

صبح جب سخن کو تکیے کی نرماہٹ کی بجائے کسی اور چیز کا احساس ہوا تو فوراً آنکھیں کھولیں۔

ضامن اس کے اتنے قریب تھا۔اپنے آپ ہی اس کے لبوں کو

مسکراہٹ نے چھوا۔ مگر ضامن کے بازو پر بندھی پٹی دیکھ

کر پریشان ہوئی۔ چند لمحوں بعد اٹھنے لگی تو اچانک اس

کی نظر ضامن شاہ کے سینے پر پڑی۔ جہاں S Z کا ٹیٹو بنا ہوا تھا۔ وہ حیران ہوئی۔

ضامن شاہ کو یوں شرٹ لیس دیکھ کر جلدی سے اس پر کمفرٹر ڈالا۔ اور خود فریش

ہونے چلی گئی۔

****

ناشتے کے وقت ڈائننگ ٹیبل پر سب جمع تھے۔

بابا سارا دن سخن ہی سکندر کو سنبھالتی ہے۔میں یوں

فارغ رہ کر بور ہو گیا ہوں۔میں جاب کرنا چاہتا ہوں قاسم شاہ نے کہا۔

تو تم میرے ساتھ زمینوں کا کام دیکھو سید نقی شاہ نے اسے مشورہ دیا۔

نہیں بابا آپ کو پتہ ہے مجھے شروع سے ہی ان سب کاموں

میں کوئی دلچسپی نہیں۔میری اتنی پڑھائی کس کام کی؟

میرے ایک جاننے والے نے مجھے ایک کالج میں لیکچرارشپ کی آفر کی ھے۔

۔ سوچا ہے فی الحال یہی کالج جوائن کرلوں

دوپہر تک واپس آجایا کروں گا۔اور سخن پر بھی سکندر کا

زیادہ بوجھ نہ ہو۔باقی کا وقت میں سکندر کے ساتھ گزاروں۔

جب تم نے فیصلہ لے ہی لیا ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔جو دل میں آئے وہ کرو۔۔۔

******

زینب شاہ ولیمہ کی ناراض ہو کر گئی ہوئی آج حویلی واپس آئی تھی۔انہوں نے سخن کو آواز دی۔

سخن جورات کے کھانے کے برتن سمیٹ کر کچن کی صفائی میں مصروف تھی۔

زینب پھپھو کی آواز سن کر ان کی طرف دیکھنے لگی۔

جی پھپھو جان اس نے کہا۔

کل اجراور جزا یہاں آرہی ہے اپنے خاونداور بچوں کے ساتھ ان کے لیے کل

۔ اچھے سے کھانے کا اہتمام کرنا

اور ہاں جلدی اٹھ جانا زیادہ دیر تک سوتی نہ رہنا فجر پڑھتے ہی کام میں لگ جانا پانچ

،چھ کوئی بھی اچھی اچھی ڈشز بنا لینا اور میٹھا بھی ضرور بنانا۔

زینب شاہ کی بتائی گئیں ڈشز کی تعداد سن کر سخن کی آنکھیں پھیلیں۔

ضامن شاہ جو سخن کو ڈھونڈنے کچن میں آرہا تھا۔زینب

پھپھو کے کاموں کی لسٹ سن کر اشتعال میں آیا۔

سخن کسی کی کوئی ملازمہ نہیں جو یہ سب کرے گی

وہ میری بیوی ہے اور میں اسے کسی کے بھی کوئی کام کرنے

کی اجازت نہیں دیتا۔ گھر میں اتنے سارے ملازم موجود

ہیں۔ آپ یہ سب کام ان سے کروالیں۔ ضامن شاہ سخن کا ہاتھ تھامے باہر کی

طرف بڑھا۔

سخن نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔اور زینب شاہ کی طرف پلٹتے ہوئے کہا پھپھو جان آپ فکر نہ کریں میں صبح سب بتا دوں گی۔

ضامن اس کی بات سن کر غصے میں کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

سخن اس کے پیچھے کمرے میں آئی۔

آپ ناراض ہیں؟ سخن نے ڈرتے ہوئے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جو اس وقت غصے کی شدت سے سرخ تھا۔

؟؟؟ تمہیں میری ناراضگی سے کوئی فرق پڑتا ہے

تم جاؤ جا کر ان کی چاکری کرو میں تمہیں اس گھر میں عزت و مقام دلانا چاہتا ہوں ہو مگر تم نہیں سمجھو گی۔ضامن شاہ نے منہ پھلا کر کہا۔

ضامن شاہ یہ کہتے ہی افسردگی سے بستر پہ بیٹھا تو سخن بھی اس کے قریب بیٹھی۔اور آنسو بہانے لگی۔

ضامن شاہ نے اس کی آنکھوں سے آنسو رواں دیکھے

تو اپنا چہرہ اس کے قریب کرتے ہوئے اپنی گھنی پلکوں سے

اس کی خمدار پلکیں ملائیں۔اور سخن کے قیمتی موتی چن لیے۔

سخن یہ موتی بہت انمول ہیں۔انہیں یوں چھلکا کر بے مول

۔ مت کرو۔اس نے آنسوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

آج زندگی میں سخن جتنا رو چکی تھی پہلی بار اسے اپنے

آنسو معتبر لگے۔اور یہ احساس کروانے والا اس کا محرم تھا۔

سخن تمہارے قریب آنے والے ہر غم کے آگے میں ڈھال بن کر

کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔بلاشبہ تم میری زندگی کا سب سے

خوبصورت حصہ ہو۔میں اپنے ہر عمل سے تمہارے لئے اپنی

محبت ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔میرے دل میں جب محبت جیسا

احساس جاگا تو صرف تمہیں دیکھ کر۔۔۔

تم میری محبت کی ابتدا ہو اور تم ہی انتہا۔

مجھے اپنی محبت پر پورا بھروسہ ہے۔ایک دن تم میری

محبت کو اپنے دل میں ضرور مقام دو گی۔

ہو سکے تو میری ماضی کی غلطی کو معاف کر دو

۔ جب بھی تم ہی لگا کہ تم میری ہو پھر دیر نہ کرنا

تمہارا دیوانہ محرم تمہارا منتظر رہے گا۔۔۔

سخن پر اپنی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا دیکھ وہ ناراضگی سے باہر کی طرف بڑھا۔وہ جاتے ہوئے

غصے سے دروازہ زور سے بند کرنا نہ بھولا۔

سخن اچانک ٹرانس کی کیفیت سے باہر آئی اور اس کے

غصے سے خائف ہوتی ہوئی اسے روکنے کے لیے ننگے پاؤں

اس کے پیچھے بھاگی۔راستے میں آئی کسی نوکیلی شے سے

اس کا پاؤں زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا۔

مگر وہ اسی حالت میں اس کے پیچھے بھاگی۔تب تک وہ گاڑی نکالے جا چکا تھا۔

سخن وہیں سیڑھیوں پر بیٹھے رونے لگی۔تسبیح کے دانوں

کی طرح موتی اس کے چشم آہو سے گرنے لگے کچھ ہی

لمحوں میں۔بن موسم برسات شروع ہوئی اس شہر میں بھی اور اس کی آنکھوں میں بھی۔۔۔۔

ضامن جب مجھے اپنے قریب کرتے ہیں تو اس کی گرفت مجھے جائزہ لگنے لگتی ہے۔

وہ اس لیے آنسو بہا رہی تھی۔کہ اس کی قربت میں اسے سکون ملنے لگا تھا۔

ضامن شاہ اپنے جائز حقوق کا خواہشمند تھا۔اب تو سخن کا دل بھی اس کے لیے

بے قرار رہنے لگا۔

دونوں ایک دوسرے کے لئے بے چین تھے۔میں نے آپ کو کب

،کا معاف کر دیا۔عورت ہمیشہ معاف کرنے کا ہنر رکھتی ہے

عورت کو شفقت بھری مٹی سے گوندھا گیا ہے۔اس کے دل

میں چاہے کتنے ہی ظلم و زیادتی کے نشان ہوں اگر اسے ایک

مضبوط مرد کا ساتھ ملے جو اس کا محافظ اور ہمدرد بنے تو اس کی ذات کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

ضامن شاہ ایک گھنٹہ جب گاڑی بے وجہ سڑکوں پر دوڑاتے ہوئے تھکنے لگا تو حویلی واپس آیا۔ واپس آتے جس چیز پر سب سے پہلے اس کی نظر پڑی وہ بارش میں بھیگتی ہوئی

سخن تھی۔اس کے پاؤں کے قریب خون کے سرخ مٹے نشان تھے۔

وہ بھاگ کراس کے قریب آیااس کے پاؤں کا جائزہ لیااور

کوئی بھی بات کیے بنااسے اپنی باہوں میں بھر کر کمرے میں آیا۔

واش روم میں اسے کھڑا کیے اس پر شاور کھولا۔

اور خود باہر نکل گیا۔کبرڈ سے اس کے کپڑے لا کر واش روم

میں ہینگ کیے۔اور دروازہ بند کرتا ہوا روم سے باہر نکلا۔

دوسرے روم میں جاکر خود چینج کیا۔ سخن کی وجہ سے اس کے اپنے کپڑے بھی گیلے ہو چکے تھے۔

واپس آیا تو واش روم سے شاور کی چلنے کی آواز بند ہو چکی تھی۔

سخن واش روم سے باہر آئی تو ضامن شاہ نے اس کے زخم کے خیال سے اسے پھر سے گود میں اٹھالیا۔تاکہ اسے بستر تک لے جاسکے۔

سخن نے اپنے دونوں بازوں ضامن شاہ کی گردن کے گرد باندھے۔

سنیں" اس نے دھیمی آواز سے ضامن کو اپنی طرف متوجہ کیا۔"

ضامن شاہ پہلے تو سخن کی اپنے گرد باندھی گئی گرفت پر حیران ہوا۔ مگر اس نے محسوس نہ ہونے دیا۔ وہ اس کی اگلی بات کا منتظر تھا۔

I am sorry.....

And......

۔۔۔۔ وہ تھوڑا رکی

And

کیا؟ ضامن شاہ نے اس پوری بات سننے کے لیے کہا۔

And.....

'I need you."

سخن نے یہ کہتے ہی اپنی آنکھیں میچیں۔یہ بات کہنے سے پہلے اس نے خود میں بہت سی ہمت جمع کی تھی۔

ضامن شاہ اس کی محبت بھری فرمائش اور اس کے لرزتے عارض دیکھ کر نہال ہوا۔

اور اس کی بات سن کر خوشی سے سخن کو اسی حالت میں لیے بیڈ پر گرا۔

سخن کے چہرے پر آتے نم بالوں کو اس کے کان کے پیچھے اڑسا۔

اوہ سوری۔۔۔۔اسنے یاد آتے ہی کہا۔

اور اسے نرمی سے بستر پہ لیٹایا۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے تمہیں چوٹ لگی ہے ضامن نے کہا۔

چوٹ تو آپ کو بھی لگی ہے۔آپ کو بھی آرام کی ضرورت ہے

سائیڈ لیمپ آف کرتے ہوئے اس کے ساتھ لیٹ گیا۔

سخن کے بالوں میں سے آتی شمپو کی بھینی بھینی مہک اسے بہکنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔۔

سخن !! ضامن شاہ نے مخمور لہجے میں اسے پکارا۔

اجازت ملنے کے بعد کنٹرول کرنا بہت مشکل لگ رہا ہے۔

توپھر اجازت ہے میں اپنے حقوق پورے استحقاق سے وصول کرلوں؟

۔ ضامن شاہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کیا

کتنے مہینوں سے وہ دونوں ایک ہی بستر پر تھے مگر آج ضامن کی گرفت سے سخن کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

سخن نے اس آنکھوں میں بھرے جذبات کی تاب نہ لاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپایا۔

آج آپ کا یہ دیوانہ آپ کو اپنی دیوانگی سے آشنا کروائے گا۔

کیا آپ میری دیوانگی کو سہار پائیں گی؟ ضامن شاہ نے محبت بھرے لہجے میں اس سے استفسار کیا۔

ضامن نے اس کی اٹھتی گرتی خمدار پلکوں کی لرزاہٹ کو

بخوبی محسوس کیا کتنے سالوں سے تم مجھے تڑپاتی آئی

ہو تمہیں بھی تو پتہ چلے عشق کی آگ میں جلنا کیسا ہوتا

ہے؟؟؟اس عشق کی آگ کی آنچ آج تم بھی محسوس کرو گی۔

یہ آگ آج تمہیں پا کر گلزار میں بدلنے والی ہے۔

میری شدتیں سہنے کے لیے تیار ہیں؟اس نے سخن کی تھوڑی کو اپنی پوروں سے نرمی سے اونچا کیا۔

سخن کی تیز دھڑکنوں کی رفتار اسے بخوبی محسوس ہو رہی تھی۔ضامن شاہ نے اس پر اپنے عشق کے پھول نچھاور کرنے شروع کئے ---

****

اس کا کالج میں پہلا دن تھا۔وہاں جانے کے لیے اس نے بلیک

پینٹ کوٹ کے ساتھ گرے کلر کی شرٹ کا انتخاب کیا۔ بالوں

کو جیل سے اچھے سے سیٹ کیے وہ کالج کے لیے نکلا۔

لیکچر روم میں داخل ہوا تو سارے سٹوڈنٹس اس کی

پرسنالٹی سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔ وہ ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشیاں

کرنے لگے۔

قاسم شاہ نے بارعب طریقے سے اپنا انٹروڈکشن کروایا۔

پھر ان سب کا تعارف لیا۔

انعمتہ جو نئے ٹیچر کو پہچاننے کی کوشش میں تھی۔ سر کو کہاں دیکھا ہے؟؟؟

ایک انگلی کنپٹی پر رکھے سوچنے کے انداز میں خود سے ہی مخاطب تھی کہاں دیکھا ہے مجھے کچھ یاد کیوں نہیں آرہا؟

قاسم جو کلاس میں لیکچر دے رہا تھا اور سب اس کو نوٹ کرنے میں مصروف تھے ۔ ایک سٹوڈنٹ کو اپنی طرف گھورتا پا کر اس کی طرف بڑھا

یو! آپ نے کہاں نوٹ کیا ہے؟ کوئسچن دیکھائیں مجھے۔

انعمتہ نے سٹپٹا کر اپنی نظریں جھکائیں۔

قاسم شاہ نے جب اس کے سامنے پڑی خالی نوٹ بک دیکھی تو اس پر برس پڑا۔

آپ یہاں پڑھنے آتی ہیں یا اپنے والدین کے پیسے برباد کرنے ؟

آپ کو اگر پڑھنے میں کوئی انٹرسٹ نہیں تو میری کلاس

سے ابھی کے ابھی باہر نکلئے۔اور سارا پیریڈ باہر ہی رہیں گی۔ قاسم شاہ نے سزا سنائی۔

انعمتہ جس کی پہلے سے ہی میتھس سے جان جاتی تھی ساری کلاس کے سامنے اپنی بے عزتی ہوتا دیکھ ڈبڈبائی آنکھوں سے فوراً کلاس سے باہر نکلی۔

Mr.Rudy اللہ میاں جی!! یہ آپ نے کہاں سے بھیج دیا

آج پہلے ہی دن میری اتنی بے عزتی کی۔اس نے روتے ہوئے شکوہ کیا۔

******

صبح جب سخن کی آنکھ کھلی تو اپنی مندی آنکھوں سے

دیکھا ضامن شاہ اسے ہی دیکھنے میں محو تھا۔

سخن نے اس کی خمار آلود نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنا چہرہ فوراً کمفرٹر میں

چھپایا۔

ہنی !

ضامن شاہ نے اس کے پاس آکر اس کے کانوں کے رس گھولا۔

میری زندگی کو مکمل اور خوبصورت بنانے کے لئے شکریہ۔

سخن نے اس کا لہجہ نارمل دیکھتے ہوئے اپنا چہرہ باہر نکالا۔

سالوں پہلے جسے تم میری غلطی تصور کرتی ہو۔اس سلسلے

میں تمہارا نام ہنی رکھا تھا۔ضامن شاہ نے نرمی سے اس کے

لبوں پر اپنا انگوٹھا پھیرا۔اتنی سالوں بعد جانے کیا ٹیسٹ ہو گا کہو تو چیک کر لوں؟

سخن کو اس کی بات سمجھ میں آتے ہی اس نے سر کے

نیچے سے تکیہ نکالا،ضامن کہ منہ کی طرف اچھالا اور بھاگ کر واش روم میں بند

ہوئیناول۔

عنادل لائٹ بند کئے کمرے میں سو رہی تھی کہ اچانک

روشنی ہونے پر اٹھ کر دیکھا۔وسام شاہ سوئچ بورڈ کے

قریب کھڑا مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

کیا ہے آپ سونے پر بھی پابندی لگاؤ گے ؟ساری نیند خراب

کر کے رکھ دی. اس نے جھنجھلا کر کہا اور سائیڈ پر رکھا اپنا دوپٹہ شانوں پر

پھیلایا۔۔۔

باہر آؤ وسام شاہ نے کہا۔

میں کہیں نہیں آرہی وہ ڈھیٹ بنی وہی بستر پر جمی رہی۔

باہر آؤ نہ کیا ہر بات پر ضد کرنا عادت ہے تمہاری؟

وسام شاہ کی بات سن کر وہ پاؤں پٹختی ہوئی اس کے

ساتھ باہر لاونج میں آئی تو باہر کا منظر بالکل بدلا ہوا تھا

جسے دیکھ کر کچھ پل کے لئے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین

نہ ہوا۔ٹی وی لاؤنج کا سب سامان غائب تھا وہاں پر درمیان

میں ایک جدید طرز کی ٹرالی کو بہت خوبصورتی سے

پھولوں سے سجایا گیا تھا۔جس میں ہارٹ شیپ کا چاکلیٹ

۔ کیک تھا ہر طرف ہارٹ شیپ کے ریڈ بلونز لگائے گئے تھے

لٹکتے ہوئے مختلف ربنز اس سجاوٹ کو مزید دلکش بنا رہے

تھے۔عنادل نے جب غور کیا تو پتہ چلا کہ اس کی طرف سے

دیئے گئے سارے پرانے خط بھی فریم کیے جگہ جگہ نظر آرہے تھے۔عنادل نے

پوچھا یہ سب کیا ہے؟

وسام شاہ نرمی سے اس کا ہاتھ تھامے اسے ٹرالی کے قریب لایا۔

Happy birthday to my lovely wife.

اس کے ہاتھ میں چھری پکڑاتے خود بھی اس کا ہاتھ تھام

رکھا تھا دونوں نے مل کر کیک کاٹا تو وسام نے کیک کا ایک ٹکڑا اس کے منہ میں

ڈالا۔

۔ کیک پر خوبصورتی سے لکھا گیا تھا

Dil Happy Birthday.

تم نے تو کہا تھا تمہیں مجھ میں کوئی انٹرسٹ نہیں پھر؟ عنادل نے تیکھے لہجے میں

پوچھا۔

فضول باتیں کر کے میرا موڈ خراب مت کرو اس کے سامنے

ایک لارج سائز کا ٹیڈی بیئر اور چاکلیٹ سے بھری باسکٹ

۔ رکھی اور ایک گفٹ پیک بھی اس کی طرف بڑھایا یہ سب میری طرف سے

جاؤ جا کر چینج کر کے آؤ۔

میں کسی کی بھی کوئی فضول فرمائش نہیں پوری کرنے والی۔ عنادل بولی۔

تم میرا غصہ ایک بار پہلے بھی دیکھ چکی ہو۔اب اگر مزید

کوئی جنونیت دکھائی تو پھر اصل جنون کیا ہوتا ہے وہ میں

تمہیں دکھاؤں گا۔اس نے غضب بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

ٹھیک ہے پھر میری بھی ایک شرط ہے تم مجھے کچھ دن کے

لیے مما کے گھر رہنے کی اجازت دو گے۔بولو منظور ہے۔؟اس نے اپنی شرط

بتائی۔

وسام شاہ کچھ سوچتے ہوئے بولا ٹھیک ہے۔

وہ گفٹ پیک لیے روم میں گئی گفٹ کھول کر دیکھا تو اس میں بلیک کلر کی نیٹ کی خوب صورت میکسی تھی جس کے گلے پر پرلز لگے ہوئے تھے۔

اس نے وہ پہنے ہوئے اپنے آپ کو شیشے میں دیکھا اور دل میں اس کی پسند کی تعریف کیے بنا نہ رہ سکی۔

باہر آئی تو عنادل کا دیا گیا وہی گفٹ جو وسام شاہ نے اس کے سامنے بن میں پھینکا تھا ۔وہ ٹیبل پر رکھا تھا جس میں ایک لڑکے نے لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈال رکھا تھا اور میوزک بجتے وہ دونوں ڈانس کرنے لگتے۔

وسام شاہ نے سٹریو پر گانا لگایا اور میوزک بجتے اس نے اپنا ہاتھ عنادل کے آگے کیا۔

عنادل نے منہ بناتے ہوئے اس کے غصے سے بچنے کے لیے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا۔

تیری یادیں، ملاقاتیں میں کیسے بھولوں وہ چاہت کی برساتیں۔۔۔

تو ہی میرا دل ہے۔۔۔۔تو ہی میرا دل

۔ تو ہی میری جان۔تو ہی میری جان

کبھی تو پاس میرے آؤ

کبھی تو نظریں مجھ سے ملاؤ

کبھی تو دل سے دل کو ملاوو جاناں۔۔۔

میری جان پلکیں یوں نہ جھکانا۔

میری جان مجھ سے دور نہ جانا

۔ میری جان مجھ کو بھول نہ جانا

مجھے لوٹا دے وہ میرا پیار۔

گانے کے بولوں سے وسام شاہ اسے اپنے پیار کا احساس دلانے لگا۔

جبکہ عنادل سوچ رہی تھی ایک بار یہاں سے نکل جاؤں تو خلع کے پیپرز بنواوں اور ہسپتال سے بھی ڈونر کی تفصیلات معلوم کروں۔

******

سخن فریش ہو کر باہر نکلی تو ضامن کبرڈ کے قریب ہاتھ میں ایک مخملی کیس لیے کھڑا ہوا تھا۔

سخن نے بالوں میں سے ٹاول ہٹائے انہیں برش سے سلجھانا شروع کیا۔اور شانے پر دوپٹہ درست کرنے لگی۔

ضامن شاہ سخن کے قریب آیا تو سخن اسکی شریر نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے نظریں جھکا گئی۔

ضامن شاہ نے باکس میں سے ایک خوبصورت ماتھا پٹی

جس کے کناروں پر چمچماتے موتی لٹک رہے تھے سخن کے

ماتھے پر پہنائی۔ سخن نے جب خود کو آئینے میں دیکھا تو اس کے لبوں پر تبسم پھیلا۔

یہ ایک چھوٹا سا تحفہ میری ہنی کے لیے۔ضامن شاہ نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالوں میں بھر کر اس کے قریب ہوا اور اسکی پیشانی پر اپنے لب رکھے۔

سخن اسکی قربت پر گھبرانے لگی۔

سخن تم A.S.P کی بیوی ہو۔تمہیں نڈر بننا ہو گا۔جس طرح

کا میرا پیشہ ہے ہو سکتا ہے کہ کبھی میں تمہارے ساتھ نہ

بھی ہوں۔اس وقت تمہیں اپنی حفاظت خود کرنا ہو گی تم

اپنے ہر فیصلے میں مجھے اپنا حامی پاؤ گی۔یہ بات یاد

رکھنا تمہارا ضامن شاہ ہر فیصلے میں تمہارا ساتھ دے گا۔

******

صمائرہ ہسپتال پہنچ چکی تھی۔اس کے والدین نے زینب شاہ

اور عالم شاہ کو بھی اس کے ہسپتال پہنچنے کی اطلاع دے

دی۔سالار کے جیل میں ہونے کی صورت میں انہوں نے اس

کے والدین کو اطلاع کرنا ضروری سمجھا۔زینب شاہ اور

عالم شاہ دونوں جب تک وہاں پہنچے ڈیلیوری ہو چکی تھی۔

صمائرہ نے ایک بیٹے کو جنم دیا۔بے بی ابھی تک نرسری میں ہی تھا۔

اس کا چیک اپ چائلڈ سپیشلسٹ کر رہے تھے۔کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے باہر آ کر بتایا
کے دراصل آپ کا بے بی اسپیشل چائلڈ ہے۔وہ ڈاؤن سنڈروم بے بی ہے۔

باقی کی ڈیٹیل آپ کو چائلڈ سپیشلسٹ دیں گے۔یہ کہتے ہی لیڈی ڈاکٹر وہاں سے چلی گئیں۔

زینب شاہ ڈاکٹر کی بات سے پریشان ہوئی تو نرسری کی طرف بڑھی۔

مگر اپنے پوتے کو موجود نہ پا کر وہاں کی ایک نرس سے اس کے بارے میں پوچھا تو ۔ اس نے بتایا کہ اسے چائلڈ وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا ہے

زینب شاہ جب ادھر پہنچے تو ایک ڈاکٹر اس کا تفصیلی معائنہ کر رہا تھا جب کہ دو ڈاکٹر بچے کو دیکھتے ہوئے اس کے کیس کو شاید ڈسکس کر رہے تھے۔

زینب شاہ کی نظر جیسے ہی اپنے پوتے پر پڑی تو اس کے نقوش سالار سے ملتے جلتے لیکن تھوڑے سے ایب نارمل ہونے کا ثبوت دے رہے تھے۔وہ ننھا سا وجود جس کے گال پچکے،دودھیا رنگت اور بال گولڈن تھے۔

ڈاکٹر اس کا معائنہ کر کے فارغ ہوئے تو زینب شاہ کو قریب کھڑے پایا۔

آپ اس نیو بورن کی اٹینڈنٹ ہیں؟ڈاکٹر نے ان سے پوچھا۔

جی یہ میرا پوتا ہے زینب شاہ نے بتایا۔

۔ ڈاکٹر نے اپنی نشست سنبھالتے ہی انہیں اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ دیا

اور پھر ڈاکٹر نے اپنی بات کا آغاز کیا۔

محترمہ حالانکہ ہمارے معاشرے میں بچے کی پیدائش

خصوصاً لڑکے کی پیدائش خوشی کی لہر لاتی ہے۔ لیکن میں

آپ کو جھوٹی امید نہیں دلاؤں گا۔بے بی تھوڑا مینٹلی

ریٹاءرڈ ہے(دماغی کمزور)اس کی فزیکل گروتھ۔(جسمانی

نشوونما) نارمل ہے لیکن۔وہ اپنی عمر سے آدھی عمر کے

بچوں کی سی ذہنی صلاحیت رکھے گا۔اس کے اپنے جسمانی

پٹھوں پر کنٹرول نہ ہونے کے برابر ہو گا۔اس وجہ سے اس

کے آئی بال بھی مسلسل ہلتے رہیں گے۔وہ ٹھیک طرح سے

الفاظ کی ادائیگی بھی نہیں کر سکے گا۔ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں انہیں تفصیلاً

بتایا۔

یہ سنتے ہی زینب شاہ کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

****

سید ضامن شاہ پولیس سٹیشن میں اپنی کرسی پر بیٹھا

اسی سوچ میں غرق تھا بے شک سالار میرا بھائی ہے اس کے

کیے گئے گناہوں کی سزا اسے بھگتنا ہی پڑے گی اس کے

خلاف میں نے جو بھی ثبوت اکٹھا کئے ہیں۔

وہ میں کل باحفاظت عدالت تک پہنچاوں گا۔میں اپنے

عہدے اور کام سے غداری نہیں کر سکتا۔چاہے مجھے گھر

والوں کی مخالفت کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔اس نے

سامنے پڑا کافی کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔مگر وہ ٹھنڈی

پڑ چکی تھی وہ اپنا موبائل اور کیز اٹھا کر وہاں سے باہر نکلا۔

*****

کورٹ میں سب ثبوت سالار شاہ کے خلاف تھے۔ان ثبوت

اور اور چند گواہان کی وجہ سے اسے تین سال کی قید کی سزا سنائی گئی تھی۔

زینب شاہ کو جب سالار کی سزا کے بارے میں پتہ چلا۔وہ سالار اور صمائرہ کے بچے کے بارے میں سن کر پہلے سے ہی پریشان تھی۔اب سالار کے بارے میں سن کر ۔ وہ سیدھا حویلی پہنچی

!!!سخن۔۔۔او سخن

ان کی تیکھی اور تیز آواز ساری حویلی میں گونجی۔

سخن ان کی آواز سنتے ہی کچن سے باہر آئی جی پھپھو جان کیا بات ہے؟

اس نے لہجے میں نرمی سموئے پوچھا۔

تم انتہائی گھٹیا، مکار لڑکی ہو پھونک دیا نا طلسم ضامن پر جس نے تمہارا برسوں پرانا بدلا میرے بیٹے کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچا کر چکایا ہے۔

میں نے کسی سے کچھ بھی نہیں کہا میرا یقین کریں۔ سخن نے انہیں اپنی بات کا یقین دلانا چاہا۔

مگر زینب شاہ اس وقت شدید طیش کے عالم میں اس کی طرف بڑھی اس سے پہلے کے ان کا ہاتھ اس کے منہ پر اٹھتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ان سے دو قدم پیچھے ہوئی۔

وہ ان کا ہاتھ روک کر گستاخی کے مرتکب نہیں ہونا چاہتی تھی۔

اس لئے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے آج اس نے پہلی بار انہیں جواب دینے کے لیے منہ کھولا۔

کسی کے ساتھ غلط کر کے اپنی باری کا انتظار ضرور کرنا چاہیے پھپھو۔۔

مجھے کسی سے بدلہ لینے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔جو دوسروں کے لیے کنواں کھودتا ہے وہ ایک دن خود اس میں گرتا ہے۔۔۔

کیونکہ یہ دنیا مکافات عمل ہے۔

اس دنیا میں کیے گئے گناہوں کا کفارہ ہمیں اس دنیا میں ہی چکانا ہو گا میں چاہے بھول بھی جاؤں آپ کے الفاظ کے وہ نشتر جو میرے دل میں چھبے تھے۔

"مگر اللہ نہیں بھولتا آپ کی گئی نیکی اور لوگوں کے ساتھ کی گئی زیادتی۔"

****

سخن نے زینب شاہ کو آئینہ دکھایا۔

لیکن کچھ لوگوں کو پچھتاوا نہیں ہوتا ہم سوچتے رہتے ہیں

شاید سامنے والے کو کبھی اپنے منفی رویے کا احساس ہو

جائے۔ مگر یہ پچھتاوا بھی ظرف والوں کو ملا کرتا ہے۔

ضامن شاہ جو حویلی کے دروازے سے اندر آ رہا تھا سخن کی

باتیں سن کر مسکرایا۔ میرے ساتھ سے سخن کو ہمت ملی

اور اب وہ اپنا آپ منوانا سیکھ گئی ہے۔اس نے دل میں سوچا۔

زندگی سالوں یا مہینوں میں نہیں بدلتی بلکہ اسی وقت بدل جاتی ہے جب ہم خود اپنی زندگی کو بدلنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

آج ضامن شاہ کی بولی گئی بات اس کے کانوں میں گونجی۔

تم نے دو بار مجھے میرے بیٹے ضامن سے بے عزت کروایا۔

اور اس دن کھانا بنانے کا وعدہ کیے سارا دن کمرے باہر سے ہی نہ نکلی۔

سخن اس دن کا سوچنے لگی اس دن تو ضامن نے مجھے کمرے سے باہر ہی نہیں نکلنے دیا تھا۔

وہ ان کی باقی کی بات سنے بغیر زینے طے کرتی اپنے کمرے

میں۔ پہنچی۔ روم کا دروازہ بند کرتی بیڈ پر بیٹھے سوچنے

لگی آج پھپھو کے سامنے میں نے بہت جرآت کا مظاہرہ کیا۔ یہ سب ہمت ضامن کی عطا کردہ ہے۔

میں بہت خوش قسمت ہوں کہ آپ نے مجھے ٹوٹ کر چاہا

اتنا چاہا آپ کو میری محبت سے زیادہ میری عزت عزیز

ہوئی۔ آپ نے مجھے اس گھر میں اور اپنے دل میں جو مقام

دیا ہے۔ وہ میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہ ہو گا۔ آپ ہمیشہ

کسی قیمتی موتی کی طرح میرے دل نہاں خانے میں محفوظ رہیں گے۔

******

وسام شاہ اسے آج نگینہ شاہ کے ہاں چھوڑ کر جا چکا تھا۔

وہ تیار ہوئی اور وکیل سے ملنے اس کے آفس پہنچی۔

وکیل کو ساری بات سے آگاہ کرتے اسے خلع کے پیپرز تیار کرنے کا کہا۔

وسام شاہ جو اس کی نگینہ شاہ کی طرف جانے کی ضد کو لے کر مخمصے میں تھا۔

عنادل کا پیچھا کیے وہاں تک آیا اور وکیل اور عنادل کے درمیان ہونے والی گفتگو سے انجان نہ رہا۔

عنادل نے جب وسام شاہ کو دروازے میں کھڑے دیکھا تو اس کے قریب آئی۔

وسام شاہ اسے کلائی تھامے گھسیٹتا ہوا وہاں سے باہر لایا۔

عنادل کی مزاحمت پر اس کی کلائی کو زور سے جھٹکا دیا۔

وہ لہو چھلکتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

وسام شاہ اس کی حرکت پر اپنے دل میں اٹھتی ٹیسوں کو غصے کی ڈھال میں چھپا رہا تھا۔

آنا کسی بھی لکڑی کو اس طرح کھاتی ہے جس طرح لکڑی کو آگ۔تمہارے جیسی انا پرست لڑکی کبھی بدل نہیں سکتی۔

بہت مزہ آئے گا تمہیں سب کے سامنے ہمارے رشتے کا تماشا بنا کر

وہ پھڑ پھڑاتے لبوں سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر زبان اس کے سامنے جیسے تالو سے چپک گئی اور سانس کچھ لمحوں کے لئے ساکت ہوئی۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ وسام شاہ پر یہ بات اتنی جلدی کھل جائے گی۔

اس نے سامنے کھڑے وسام شاہ پر نظر ڈالی۔غصے کی شدت سے سرخ ہوتی رنگت۔پیشانی پر بکھرے سلکی بال،مقناطیسی آنکھوں میں شکوے بلا کے تھے۔

عنادل اس کی بھسم کر دینے والی آنکھوں کی تاب نہ لاتے ہوئے رخ پھیر گئی۔

وسام شاہ اسے چھوڑ غصے میں وہاں سے باہر نکلتا چلا گیا۔

****

وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی اپنی تیاری کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔کہ منیل واش روم سے باہر آیا۔

اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اسکے قریب ہوا۔

۔ وہ گلابی ریشمی فراک پہنے،لبوں پر آتشی لپسٹک لگا رہی

مسسز آج تو آپ کے ارادے اپنے مسٹر کو گھائل کرنے کے

ہیں۔وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے خمار آلود لہجے میں

بولا۔اس کی نظر اس کے گلابی لبوں پہ تھی۔

منیل پلیز میرا میک اپ خراب کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔

جایئں جا کر تیار ہو جائیں۔آج آپ کے دوستوں کو ٹریٹ

دینی ہے۔جن کا آپ ن سے وعدہ کر چکے ہیں۔یہ نہ ہو کی

مہمان انتظار کرتے رہیں اور میزبان گھر ہی ہوں۔ردا نے روکھے لہجے میں اس سے کہا۔

منیل منہ پھلائے اپنے کپڑے اٹھانے لگا۔

ردا نے اس کو منع تو کر دیا تھا۔مگر اس کی ناراضگی بھی تو

برداشت نہ تھی۔ردا نے آگے بڑھ کہ اس کے ہاتھ سے کپڑے لے

کر بیڈ پر رکھے اور آہستگی سے اس کے گرد اپنی بانہیں پھیلائیں۔

منیل اس کے منانے کے انداز سے مسکرا اٹھا۔

منیل آپ کچھ انچ اور لمبے نہیں ہو سکتے تھے۔وہ بولی۔

منیل اس کی فرمائش پر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ کیوں؟

اف منیل! میری یہ خواہش تھی کہ جب میں اپنے ہزبینڈ کے

قریب ہوں تو اس کے دل کی دھڑکن میرے کانوں میں سنائی

دے۔ مگر آپ تو مجھ سے تین انچ ہی بڑے ہیں۔ مجھے جھک

کر آپ کی دھڑکنوں میں اپنا نام سننا پڑے گا۔

منیل اس کی عجیب و غریب فرمائش پر حیران ہوا۔

تمہاری یہ خواہش پوری کرنے کے لیے لگتا ہے مجھے تختہ

دار پر لٹکنا ہو گا۔سنا ہے پھانسی لگنے کہ بعد گردن لمبی ہو جاتی ہے۔منیل نے اس کی فرمائش کا حل بتایا۔

ردا نے اس کی بات سن کر اس کے سینے پر اپنے نازک ہاتھوں

۔ سے مکوں کی برسات شروع کر دی۔بہت ہی خراب ہیں آپ

میرے سامنے آیندہ ایسی کوئی بھی مرنے مرانے کی بات نہیں کریں گے۔

اچانک ایک زوردار چکرا آیا تو اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا۔

منیل نے اس کی اچانک بگڑتی طبعیت کو دیکھتے ہوئے اسے

. تھام کر بیڈ پر بٹھایا کیا ہوا؟ اس نے پریشانی سے پوچھا

مجھے چکر آرہے ہیں۔ پتہ نہیں کیا ہوا۔ ردا بولی۔

منیل باہر جا کے نگینہ شاہ کو اپنے ساتھ لئے اندر آیا اور ردا کی حالت کے بارے میں

بتایا۔

نگینہ شاہ کی جہاندیدہ نگاہوں سے اسکی حالت چھپی نہ

رہ سکی انہوں نے ردا سے اس کی طبیعت کو لے کر کچھ

سوال کیے۔تو وہ منیل سے بولیں ڈاکٹر تم ہو اور پتہ مجھے چل گیا کہ اس کی طبیعت کو

کیا ہوا ہے۔

مما بتا بھی دیں نہ کیا پتہ چلا۔منیل سے مزید صبر نہ ہوا تو وہ بے صبری سے بولا۔

۔ میں دادی بننے والی ہوں اور تم دونوں پیرنٹس

ان کی بات سن کر منیل نے بے یقینی سے ردا کی طرف دیکھا مگر اپنی مما کے سامنے ردا سے پرجوش لہجے میں اظہار نہ کر سکا۔

اس نے خوشی سے اپنی مما کو گلے لگایا۔ مما آپ کو نہیں اندازہ کہ آج میں کتنا خوش ہوں۔

اور ردا کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں سے اس کا اتنی بڑی خوشخبری سنانے پر شکریہ ادا کیا۔

پھر تم دونوں صبح ہاسپٹل جا کر ایک بار ٹیسٹ ضرور کروالو۔

**انہوں نے منیل کو

اسلام و علیکم! نگینہ شاہ نے فائقہ شاہ کو فون کرتے کہا۔

و علیکم اسلام، کیسی ہو؟ انہوں نے ان کا حال دریافت کیا۔

میں ٹھیک بھی اور بہت خوش بھی نگینہ شاہ بولیں۔

خوشخبری تو میرے پاس بھی ہے۔ مگر پہلے بھابھی آپ بتائیں؟ فائقہ شاہ نے کہا۔

میں دادی بننے والی ہوں اور منیل ردا ماما بابا۔ نگینہ شاہ نے بتایا۔

ماشاءاللہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔اب آپ دادی کے ساتھ ساتھ نانی بھی بننے والی ہو۔فائقہ شاہ نے کہا۔

عنایااورزارون کی طرف بھی کچھ ایسا ہی ہے میں بھی آپ کو بتانے والی تھی۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے۔انہوں نے پر مسرت لہجے میں کہا

بھابھی کیوں نہ ہم یہ خوشی حویلی میں جا کر سب کے ساتھ منائیں؟فائق شاہ بولیں۔

جیسے آپ کو مناسب لگے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

کیوں نہ ہم ان دونوں کی گود بھرائی کی رسم رکھ لیں۔

مگر اتنی جلدی؟ وہ تو ساتویں ماہ میں کی جاتی ہے۔

خوشی منانے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ہی ہوتا ہے۔

ٹھیک ہے پھر ہم سب اسی اتوار کو حویلی کے لیے۔نکلتے ہیں۔ نگینہ شاہ نے کہا۔

*****

وہ ساہیوال واپس آ چکا تھا۔آفس سے آ کر سیدھا کمرے میں آیا۔

لیپ ٹاپ لیے کمرے سے ملحقہ ٹیرس میں چلا آیا۔اب وہ

ٹیرس میں رکھی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھے گود

میں رکھے لیپ ٹاپ کے کی پیڈ پر ٹائپنگ کرنے لگا۔مگر کسی بھی چیز میں نہ دل لگ رہا تھا نہ دماغ۔

جو آپ کا نہیں اسے کھو دینے کی تکلیف تو سمجھ میں آتی ہے مگر جو آپ کا ہونے کے باوجود آپ کو چھوڑ جائے اس تکلیف کا خسارہ نہ ممکن ہے۔

عنادل تم نے اچھا نہیں کیا۔اس چیز کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔

اس نے لیپ ٹاپ ایک سائیڈ پر رکھا اور اپنی پشت کرسی سے لگا کر آنکھیں موند لیں۔

******

فائقہ شاہ،زارون اور عنایا سب سے پہلے حویلی پہنچے۔ان کے کچھ دیر بعد نگینہ شاہ بھی ردا منیل،انعمتہ ایمان اور حرم بھی پہنچ گئے۔

سخن نے ان کے آنے سے پہلے دوپہر کے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔

سید نقی شاہ سب سے ملے اور ڈائینگ پر بیٹھے سخن بیٹا قاسم کہاں ہے۔انہوں نے پوچھا

قاسم جو آج اتوار ہونے کی وجہ سے گھر میں ہی تھا۔رف حلیے بلیک ٹراوزر اور بلیک ٹی شرٹ پہنے سیڑھیوں سے نیچے اترا۔

اسلام وعلیکم اس نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔

سر آپ یہاں ؟۔۔۔۔انعمتہ نے قاسم کو سامنے دیکھ کر حیران

ہوتے ہوئے کہااور اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

۔ مگر قاسم شاہ نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے سکندر کو سخن کی گود سے لیا

سخن تم سرونگ کرلو میں اسے دیکھ لوں گا قاسم شاہ نے کہا۔

عنادل نے انعمتہ کا ہاتھ کھینچ کر کرسی پر واپس بٹھایا۔بیٹھ بھی جاؤ۔ قاسم بھائی ایسے ہی ہیں کم ہی بات کرتے ہیں کسی سے۔ چلو کھانا کھانا شروع کرو۔

مگر انعمتہ کی نظریں مسلسل قاسم شاہ کے ارد گرد ہی رہیں۔

کھانے سے فارغ ہوتے ہی انعمتہ قاسم شاہ کے پاس گئی سر جی !اس نے قاسم شاہ کو مخاطب کیا تو اس نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

لائیں اسے مجھے دے دیں۔آپ بھی کھانا کھالیں۔

آپ کو میرے کھانے پینے کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔جب میرا دل ہو گا میں خود ہی کھالوں گا۔اس نے سرد لہجے میں کہا۔

اچھا جو دل میں آئے وہ کریں مگر مجھے سکندر کو پیار کرنا ہے۔اسے مجھے دیں نہ۔اس نے جھٹ سے اس کی گود سے سکندر کو لیا۔اور چٹاچٹ اس کے پھولے نرم گالوں پر پیار کرنے لگی۔آپ کو پتہ ہے مجھے بچے کتنے پسند ہیں۔

سخن نے جب ان دونوں کو ایک ساتھ کھڑے ہوئے دیکھا تو اسکے زہن میں ایک بات آئی۔

قاسم شاہ انعمتہ کی مزید کوئی بھی بات سنے بغیر باہر کیطرف چلا گیا۔

******

آج گود بھرائی کی رسم بڑی دھوم دھام سے منائی گئ۔

سارے خاندان کو مدعو کیا اور علاقے کی تمام عورتوں نے

بھی اس میں شرکت کی۔ حجاب اور عنایا دونوں درمیان میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

سب نے باری باری آکر ان کو صحت مند بچے کیلئے دعائیں دیں۔ تو سخن نے بھی

ان کے قریب جا کر دعائیں دیں۔

مگر اس کی اپنی آنکھیں بھی بھر آئیں۔ وہ مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام دیکھنے

آئی ملازموں نے سارا کھانا تیار کر رکھا تھا۔

ضامن نے اس کی آنکھوں میں نمی دیکھی تو اس کے پیچھے آیا

کیا ہوا سخن ؟اس نے پوچھا۔

کچھ بھی نہیں اس نے اچھی بھلی اپنی جگہ پر پڑی ہوئی چیزیں ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھنی شروع کر دی۔

ضامن شاہ نے اس کی کلائی تھام کے اس کا رخ اپنی جانب کیا۔

بیشک ہم سب کی شادی ساتھ ہوئی تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے۔ہمیں بھی یہ خوشیاں ضرور ملیں گیں۔

ان شاءاللہ۔۔۔۔۔۔ تم فکر مت کرو۔ ضامن نے اس کے دل کی بات بن کہے کیسے جان لی۔

سخن نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا۔

آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے کہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔

مجھے تم سے سچی محبت ہے، پاکیزہ محبت ہے جیسے ہمیں اپنے اللہ عزوجل سے ہے۔ جیسے ہمارا رب ہم سے محبت کرتا ہے وہ بن کہے ہماری ہر خواہش جان لیتا ہے۔

جب کسی سے سچی محبت ہو تو اس کی ہر خوشی غمی دل خود بخود ہی جان جاتا ہے۔

اس نے سخن کے چہرے کو اپنے قریب کیے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھے۔

اس نے سخن میں چھائی افسردگی کو دور کرنے کے لیے بات کو مزاح کا رنگ دیا۔

ویسے مانا کے ان کی شادی ہمارے ساتھ ہوئی تھی مگر

۔ میری بیوی نے مجھے اپنے پاس پھٹکنے ہی نہیں دیا

اب جا کر تو مجھ پر رحم کھایا ہے۔زیادہ سے زیادہ اپنی خدمت کا موقع دو تو ہی ہماری بھی فیملی بنے گی۔اس نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ بھی نہ۔۔۔۔اس نے نم آنکھوں میں خفگی بھر کر ضامن کی طرف دیکھا۔

******

وسام شاہ بھی آچکا تھا سب سے ملا مگر عنادل کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔

سب فنکشن کے اختتام پر اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے چلے گئے۔

عنادل اپنے اور وسام شاہ کے مشترکہ کمرے میں آئی تو وہ رخ موڑے سو چکا تھا۔وہ بھی چینج کیے اس کے ساتھ لیٹ گئی۔

مگر وسام شاہ نے اس کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

*****

نقی شاہ اپنے کمرے میں تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

انہوں نے آنے کی اجازت دی تو سخن اندر آئی۔

تایا جان مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔اس نے نظریں جھکائے ہوئے ان سے کہا۔

بولو بیٹا کیا بات ہے؟

ویسے ہی میرے دل میں خیال آیا ہے اس لیے آپ سے کہہ رہی ہوں۔اگر آپ کو میری بات پسند نہ آئے تو کوئی بات نہیں۔

تم بتاؤ کہ کیا بات ہے پھر ہی پتہ چلے گا۔

وہ میں سوچ رہی تھی کہ کیوں نہ قاسم بھائی کی انعمتہ سے شادی کروا دیں۔اس نے ڈرتے ہوئے اپنی بات کہی۔

یہ تو بہت اچھا سوچا ہے تم نے مجھے خوشی ہے کہ میری بیٹی اتنی سمجھدار ہے۔وہ اپنے سب گھر والوں کا بابر خیال رکھتی ہے۔اگر ایسا ہو جائے تو مجھے اس رشتے کے ہونے سے بہت خوشی ہو گی۔انہوں نے پر مسرت لہجے میں کہا۔

میں صبح ہی قاسم سے اس بارے میں بات کروں گا۔

مگر ان کا ماننا بہت مشکل ہے۔اس نے پریشانی سے کہا۔

تم فکر مت کرو اسے منانا میرا کام ہے۔جاو بیٹا اب تم بھی آرام کرو۔صبح کی کاموں میں لگی ہوئی ہو ۔

****

عنادل صبح اٹھی تو وسام شاہ نک سک تیار کھڑا آئینے کے سامنے اپنے بال سیٹ کر رہا تھا۔

اسے نظر انداز کیے روم سے باہر نکلا۔

وہ بھی اس کی ناراضگی کی پرواہ کیے بنا فریش ہونے چل دی۔

سب واپس جانے کے لیے تیار تھے۔وسام شاہ اپنی جیپ میں ساہیوال جانے کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔

نگینہ بہن مجھے آپ سے بات کرنی ہے سید نقی شاہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

جی بھائی صاحب بتائیں انہوں نے کہا آپ اور فائقہ دونوں کمرے میں آئیں

۔یہاں بچوں کے سامنے بات کرنا مناسب نہیں۔انہوں نے کہا۔

ان دونوں کے کمرے میں آنے کے بعد انہوں نے اپنی بات کا آغاز کیا میں قاسم کے لیے انعمتہ کا ہاتھ مانگنا چاہتا ہوں

آپ سب کے سامنے ہی ہے سب کچھ سکندر ابھی چھوٹا ہے اسے ماں کی ضروت ہے

بے شک سخن اسے سنبھالتی ہے مگر کب تک ؟آگے سے اس کے اپنے بھی بچے ہوں گے۔کیا آپ میری بات سے متفق ہیں ؟انہوں نے پوچھا۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے۔میں آپ کی بات سے اتفاق کرتی ہوں۔۔نگینہ شاہ نے کہا مگر انعمتہ ابھی پڑھ رہی ہے انہوں نے پریشانی سے کہا۔

مجھے لڑکیوں کے آگے پڑھنے سے کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا۔اور قاسم کو بھی نہیں ہو گا۔

آپ نے قاسم سے بات کی ہے؟فائقہ شاہ نے پوچھا۔

۔ ابھی نہیں کی۔مگر آپ اس کی فکر نہ کریں

تو پھر اسی ماہ کی ہی کوئی تاریخ رکھ لیتے ہیں۔انہوں نے کہا

بھائی صاحب آپ تو ہتھیلی پر سرسوں جمائے بیٹھے ہیں۔مجھے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے سو تیاریاں کرنا ہوں گی۔نگینہ شاہ نے کہا

اس حویلی میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ہمیں کچھ نہیں چاہیے بس اپنی بیٹی چاہیے۔انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

******

منیل ڈرائیورنگ سیٹ پر بیٹھا تو عنادل اس کے ساتھ آگے

بیٹھ گئی۔میں واپسی پر آگے بیٹھوں گی۔اس نے ضد کی۔

اوکے منیل نے ردا کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ وہ پیچھے بیٹھ جائے۔

سفر شروع ہوا تو سب گاڑی کے شیشے نیچے کیے ٹھنڈی ہوا سے محذوز ہونے لگے۔

منیل کی نظریں بار بار پیچھے بیٹھی ردا پر تھیں۔کی اچانک

۔ موڑ کاٹتے ہوئے ایک ٹرک ان کی گاڑی کے سامنے آیا

منیل نے گاڑی اس ٹرک سے بچانے کے لیے ٹرن کی تو گاڑی کے ٹائروں کی

چرچراہٹ دور تک پھیلی

سیدہ زینب شاہ جب سے حویلی سے لوٹیں تھیں۔ غیض و

غضب کے عالم میں گھر میں چکر کاٹ رہی تھی۔عالم شاہ

نے انہیں پریشان دیکھا مگر وجہ نہیں پوچھی، بھڑوں کے

چھتے میں ہاتھ کون ڈالے وہ یہ سوچ رہے تھے کہ سامنے سے ان کا چھوٹا بیٹا شاہ ویر آیا۔

وہ ان دونوں کو سلام کیے پاس بیٹھنے لگا۔

رکو شاہ ویر زینب شاہ نے اسے بیٹھنے سے روکا۔

اس نے پریشان نظروں سے انہیں دیکھا کیا ہوا؟ وہ بولا۔

میں اب ایک لمحے کا انتظار کیے بنا اس سخن کی بچی کو

مزہ چکھانا چاہتی ہوں۔ جاؤ اور اس کا نشان اس دنیا سے

مٹا دو۔ اتنی بے عزتی میری کبھی کسی نے نہیں کی۔ جتنی

اس بالشت بھر کی لڑکی نے کی اسے بھی زرا پتہ چلے کس

سے زبان درازی کی ہے اس نے۔ ابھی کے ابھی جاؤ اس کم

ظرف بھگوڑی ماں کی بیٹی، آج اس حویلی کی مالکن بنی

بیٹھی ہے۔ان کے سر پر اس وقت خون سوار تھا۔انہوں نے شاہ ویر کو حکم دیا۔

عالم شاہ جوانکی باتیں سن رہے تھے۔ان دونوں کے درمیان

بولے کچھ شرم کرو وہ تمہاری سگی بھتیجی ہے۔تمہارے

بھائی کی اکلوتی نشانی۔بن ماں باپ کی بچی پر ظلم کرو

گی تو یہ یاد رکھو تمہاری بھی بیٹیاں ہیں۔اور تم اپنے پوتے

کی حالت سے بھی بخوبی واقف ہو۔ابھی بھی تمہیں عقل نہیں آئی۔انہوں نے

تاسف سے انہیں دیکھا۔

اگر تم نے کسی کے لیے بھی کچھ برا کیا تو یاد رکھنا عمر کے اس حصے میں بھی میں اپنا

نام تمہارے نام سے الگ کرنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگاؤں گا۔

اور شاہ ویر کو آنکھوں سے اشارہ کیا یہاں سے جانے کے لئے۔

******

حادثہ معمولی تھا۔ مگر نگینہ شاہ اس وقت بہت گھبرا گئی تھیں۔ انہوں نے وسام شاہ کو فون کیا اور اپنے ساتھ ہونے والے حادثے کی اطلاع دی۔

وسام شاہ نے اپنی جیپ کا رخ موڑتے ہوئے نگینہ شاہ کے بتائے ہوئے ہسپتال کی طرف کیا۔

سب کو معمولی خراشیں آئیں تھیں۔ وسام شاہ عنادل کے

پاس اسے دیکھنے گیا تو وہ بازو پر بینڈج کروا رہی تھی۔

اسے اچانک ہی بار بار وومٹنگ ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اس کی

حالت دیکھتے ہوئے کچھ ٹیسٹ کیے۔ ابھی انکی رپورٹ آنا باقی تھی۔

زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟ اس نے آگے بڑھ کر پریشانی سے پوچھا۔

نرس جو اس کی بینڈج کر رہی تھی۔ وہ دونوں کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

میں ٹھیک ہوں۔ عنادل نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

وسام شاہ نے نرس سے اس کی کنڈیشن کے بارے میں پوچھا

تواس نے بتایا کہ ان کے کچھ ٹیسٹ ہوئے ہیں ان کی

رپورٹ آنے پر ہی مزید کچھ پتہ چلے گا۔آپ جا کر رپورٹس

کلیکٹ کریں اور ڈاکٹر سے رابطہ کریں۔وہی آپ کو رپورٹس کے نتائج بتائیں گے۔

******

Are you husband of Anadil?

ڈاکٹر نے ہاتھ میں اس کی رپورٹ لیے ہوئے پوچھا۔

گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔

Congratulations your wife is expecting.

لیڈی ڈاکٹر نے اسے بتایا۔

وسام شاہ نے مسکراتے ہوئے ان سے رپورٹ لی۔اور انہیں تھینکس کہا۔

سب کو اس خوشخبری کے بارے میں پتہ چلا تو وہ اسے اور عنادل کو مبارک باد دینے لگے۔

ہسپتال سے فارغ ہو کر سب واپس جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھے تو وسام شاہ نے

ان سب کو نگینہ شاہ کہ گھر چھوڑ دیا۔

انعمتہ کچھ ہی دیر میں عنادل کے لیے سوپ بنا کر لائی۔ تو

وسام شاہ نے اس کے ہاتھوں سے سوپ کا پیالہ لے کر خود

۔ عنادل کو سوپ پلانا شروع کیا۔ پھر اسے دوائی کھلائی

عنادل کے سوتے ہی وہ وہاں سے باہر جانے کے لیے آگے بڑھا

تو سامنے ٹیبل پر پڑے کاغذات پر اس کی نظر پڑی۔اس نے وہ کاغذات اٹھا لیے اور باہر نکل گیا۔

******

ہیلو اسلام و علیکم ! کیسے ہو بیٹا نگینہ شاہ نے دو دن بعد

جب وسام شاہ کو فون کیا تو اس کی حالت دریافت کی۔جی

میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں گھر میں سب ٹھیک ہیں۔اس نے پوچھا۔

بیٹا یہ بتانے کے لیے تمہیں فون کیا ہے عنادل کی طبیعت

ٹھیک نہیں منیل بھی گھر پر نہیں۔ تم آجاتے تو اسے ایک بار

اسی ہاسپٹل لے جاتے جہاں اس کا کڈنی ٹرانسپلانٹ ہوا تھا۔

شاید وہاں کے ڈاکٹر اس کے مرض کی تشخیص کر لیتے۔

انہوں نے اس سے اپنی پریشانی کی وجہ بتائی۔

ٹھیک ہے آپ فکر نہ کریں۔ میں آجاؤں گا۔

۔ عنادل اور وسام شاہ دونوں ہاسپٹل پہنچے تو ڈاکٹر نے عنادل کا معائنہ کیا

پریشانی والی کوئی بھی بات نہیں بس انہیں ویکنیس ہے۔

آیئے میں آپ کو ان کے لیے کچھ میڈیسن لکھ کر دے دیتی ہوں۔ یہ کہتے ہی ڈاکٹر وسام شاہ کو ساتھ لیے وارڈ سے اپنے روم کی طرف بڑھی۔

آپ بہت خوش قسمت ہیں جو آپ کو اتنے چاہنے والے ہزبینڈ ملے ہیں۔ اس نے اچنبھے سے نرس کی طرف دیکھا۔ جو اس کے قریب کھڑی تھی۔

آپکی کڈنی ٹرانسپلانٹ کے ڈونر وہی تھے۔کیاانہوں نے آپ کو ابھی تک نہیں

بتایا۔نرس نے عنادل سے کہا۔

کیا سچ میں ؟؟؟عنادل نے دل میں سوچا۔کیاواقعی وسام

مجھ سے سچی محبت کرتا ہے جس نے مجھے اپنے جسم کا

حصہ دیا۔اس کے دل کی حالت پل بھر میں بدلی۔یہ احساس

دنیا کا سب سے خوبصورت ترین احساس تھا کہ وہ جس

سے محبت کرتی ہے وہ بھی اس سے اتنی ہی محبت کرتا ہے۔

مگر وہ تو وسام شاہ کو اپنی غلطی سے ناراض کر چکی ہے۔اس نے پریشانی سے سوچا۔

وسام شاہ واپس آیا تو اسے جیپ میں بٹھایا۔

اور پھر خود وسام شاہ نے سپاٹ چہرہ لیے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

وسام شاہ نے گاڑی کا رخ نگینہ شاہ کے گھر کی طرف کیا تو

عنادل نے کہا۔مجھے اپنے گھر جانا ہے ماما کے گھر نہیں۔

سارا راستہ خاموشی سے گزر گیا۔

وسام شاہ اسے گھر چھوڑے خود باہر نکل گیا۔

عنادل نے گھر کی حالت دیکھی تو سر چکرا کر رہ گیا وہ بہت صفائی پسند تھی۔زرا سی بھی دھول مٹی اس کی نازک طبیعت پر گراں گزرتی۔

اس نے دوپٹہ اتار کر سائیڈ پر رکھا اور صوفوں پر دھول

مٹی سے اٹی چادروں کو اکٹھا کیے انہیں واشنگ مشین میں

ڈالا۔ ساری ڈسٹنگ کیے کشن اچھے سے سیٹ کیے۔ کچن میں

جا کر دیکھا تو یہاں بھی گندے برتنوں کا ڈھیر، اس نے

جلدی سے یہاں کا بھی کام نبٹائے کمرے کا رخ کیا۔

کمرے کا حال تو سب سے ابتر تھا۔وارڈروب کھلی ہوئی اور

آدھے کپڑے اس میں سے باہر لٹک رہیے تھے۔اس نے کپڑے

سمیٹے۔اور تھک کر وہیں بستر پر ڈھے گئی۔

کچھ دیر بعد وسام شاہ کی جیپ کے رکنے کی آواز آئی تو

وہ اپنی نائیٹی لیے جلدی سے واش روم کی طرف بڑھی۔

وسام شاہ اندر آیا تو گھر کو اصلی حالت میں دیکھ کر مسکرانے لگا۔ مگر وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی۔

اس کے لیے ڈاکٹر کی بتائی ہوئی دوائیاں، دودھ، جوسز

وغیرہ لایا تھا۔ چیزیں وہیں رکھتے ہوئے وہ کمرے میں چینج

کرنے آیا۔ تو عنادل واش روم سے باہر نکلی وائٹ کلر کی

ریشمی نائیٹی پہنے اس کی ڈوریاں باندھ رہی تھی۔ وسام

شاہ کو دیکھا تو آہستگی سے اس کی طرف آئی۔اس کے

قریب آتے ہی محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

وسام شاہ اس کے پاس سے گزرتا ہوا اپنے کپڑے لیے واش روم کی طرف بڑھ

گیا۔

*****

سید نقی شاہ جو حادثے کی وجہ سے پریشان تھے۔نگینہ شاہ نے انہیں فون پر سب

کے ٹھیک ہونے کی اطلاع دی۔تو وہ مطمئن ہوئے۔

قاسم شاہ کے کمرے میں آئے تو سکندر اس کے پاس بستر پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔

قاسم شاہ نے اپنے بابا کو کمرے میں دیکھا تو سیدھا ہوا آپ

یہاں بابا۔۔۔کچھ کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا اس نے کہا۔

چلو اب میں یہاں آ ہی گیا ہوں تو تم میرے یہاں آنے کی ہی

عزت رکھ کر میری بات مان لو۔ نقی شاہ نے کہا۔

جی بابا بتائیں کیا بات ہے۔؟اس نے پوچھا۔

میں نے تمہارا اور انعمتہ کا نکاح طے کر دیا ہے۔انہوں نے اس کے سر پر بم پھوڑا۔

بابا آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟۔اس نے شکوہ کناں نظروں سے انہیں دیکھا۔

تمہیں بیوی کی ضرورت نہیں لیکن سکندر کو ایک ماں کی ضروت ہے۔

بابا جسے آپ میرے بچے کی ماں بنانا چاہتے ہیں وہ خود ابھی بچی ہے۔وہ کیا سمبھالے گی اسے۔

تمہیں تو بچے سمبھالنے کی عادت ہو گئی ہے اب سکندر کے ساتھ اسے بھی سنبھال لینا۔انہوں نے بات کو ہلکا کرنے کے لیے اسے مزاح کا رنگ دیا۔

بابا پلیز میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

اس نے چہرہ جھکائے ہوئے کہا۔

میری ایک بات اچھے سے سن لو آگے بھی تم نے اپنی من مرضی کی۔اب اگر میری بات نہ مانی تو۔۔۔۔انہوں نے

سوچتے ہوئے کہا تو میں تمہیں مرنے کے بعد اپنا منہ دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دوں گا۔انہوں نے اپنے تیئں اسے دھمکی دی۔

ٹھیک ہے بابا جیسے آپ کی مرضی اس نے جھنجھلا کر کہا۔

******

شاہ حویلی میں قاسم شاہ کی شادی کی تیاریاں خوب

جوش و خروش سے چل رہی تھیں۔ضامن شاہ سخن کو

ساتھ لیے آج شہر آیا۔امپوریم سے شادی کی شاپنگ کرتے

ہوئے اس نے سخن کو ریڈ کلر کی شیفون کی دیدہ زیب ساڑھی لے کر دی ۔

میں یہ کیسے پہن سکتی ہوں مجھے اسے کیری کرنا ہی نہیں آتا۔۔

سخن نے اسے اپنی پریشانی بتائی۔

میں کس لیے ہوں۔؟میں ہیلپ کروادوں گا۔اس نے سخن کا ہاتھ تھام کر ہلکا سا

دبایا۔

آپ کو ایسے کام بھی آتے ہیں؟اس نے مسکرا کر پوچھا۔

آتا تو اور بھی بہت کچھ ہے آپ موقع دیں تب ہی پتہ چلے گا۔اس نے شریر نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ مارکیٹ ہے آپ کا روم نہیں۔اس نے مصنوعی ناراضگی دکھاتے ہوئے کہا۔

واپسی پر راستے میں ایک ٹھیلے پر نظر پڑتے سخن نے اسے روکا

پلیز پلیز گاڑی روکیں۔۔۔اس نے اس کا شانہ ہلاتے ہوئے کہا۔

وہ دیکھیں سامنے گول گپے۔۔۔۔۔اور انہیں دیکھتے ہوئے

چٹخارہ بھرا۔۔۔۔میرے منہ میں تو ابھی سے پانی آرہا ہے۔مجھے وہ کھانے ہیں۔اس نے فرمائش کی۔

اوکے ابھی لاتا ہوں۔یہ کہتے ہی وہ کچھ دیر میں گول گپے کی پلیٹ اور اس کے باقی کے لوازمات لیے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

خیر تو ہے کھٹا کھانے کا من تو تب ہی کرتا ہے جب؟؟؟

فضول باتیں نہ کریں۔مجھے کھانے دیں۔یہ میرے فیورٹ ہیں۔

آدھی پلیٹ ختم کیے اس نے ضامن کی طرف ایک گول گپے میں کھٹا بھرے اس کے منہ کی طرف کیا آپ بھی کھائیں نہ۔۔۔۔

نو۔۔۔نو۔۔۔اس نے نفی میں سر ہلایا میں کھٹا نہیں کھاتا

مجھے کھانے میں صرف میٹھا پسند ہے۔اس نے سخن کے لبوں پر ٹھہرے پانی کے چند قطروں کو اپنی پوروں سے چھوا۔۔۔۔

میں نے تو آپ کی فیورٹ ڈش کھلا دی۔آپ کب کھلا رہی ہیں؟

اس سے پہلے کہ سخن اسے کوئی جواب دیتی۔گاڑی کا شیشہ ناک کیے کوئی انہیں اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ سخن نے رخ موڑ کر باہر دیکھا تو۔۔۔

باہر اس کی مما ثمین کھڑی تھیں۔

۔ اس نے ان کی طرف دیکھ کر ضامن شاہ سے کہا

۔۔۔ پلیز آپ یہاں سے چلیں مجھے کسی سے بات نہیں کرنی

ضامن شاہ نے کبھی ثمین شاہ کو تو نہیں دیکھا تھا مگر ان

کے نقوش سخن سے کافی مشابہت رکھتے ہوئے لگے۔

اسے ثمین شاہ کو پہچاننے میں ایک لمحہ ہی لگا۔

ایک بار سن تو لو کیا کہنا چاہتی ہیں۔اس نے سخن کی طرف دیکھتے ہوئے منت بھرے لہجے میں کہا۔

پلیز۔۔۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔

ضامن شاہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے دبا کر اسے اپنے ساتھ ہونے کا احساس دلایا۔

سخن گاڑی سے باہر نکلی تو وہ آگے بڑھ کر اسے گلے لگانے کو مچلیں۔

مگر سخن نے دو قدم پیچھے ہوئی۔

میں آپ کے بغیر اپنی زندگی گزارنا سیکھ چکی ہوں۔

جب بھی میری حیات میں ٹھہراؤ آتا ہے تب ہی آپ واپس آکر اس میں تلاطم برپا کر دیتی ہیں۔

مجھے تمہاری ضرورت ہے۔میں جان چکی ہوں میں نے تمہیں اس وقت تنہا چھوڑ کر غلط کیا تھا۔وہ روتے ہوئے بولیں۔

ماں ساتھ نہ ہو تو بچہ ہجوم میں بھی تنہائی محسوس کرتا ہے۔جس کی ماں اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی اس کے ساتھ نہ ہو اس کے لیے زندگی کے معنی کیسے بدلتے ہیں۔

یہ مجھ سے پوچھیں۔

عورت کی گود میں جب بیٹی جیسی رحمت آئے تو اس کی

حفاظت کی ذمہ داری اس کی ماں پر عائد ہو جاتی ہے۔

اور آپ نے وقت سے پہلے ہی اس فرض سے کنارہ کشی کر لی۔

دیکھو سخن مجھے معاف کر دو۔۔۔ تم سے الگ ہو کر ایک دن

بھی چین سے نہیں گزار پائی۔ آج دنیا کی ہر چیز ہے میرے

پاس مگر اولاد جیسی نعمت سے محروم ہوں۔میں نے تمہارا

جانے انجانے میں بہت دل دکھایا ہے ہو سکے تو اپنی ماں کو

۔ معاف کر دو۔۔۔وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگیں

ضامن شاہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔اور اسے انہیں

معاف کرنے کے لیے آمادہ کرنے لگا۔

آپ کی وجہ سے میری شخصیت میں جو خامیاں محرومیاں رہ گئیں تھیں وہ سب

میرے محرم نے پوری کر دیں

انہوں نے میری ہر حسرت پوری کی

ان کے ساتھ نے مجھے آپ سے اس دنیا سے ملے ہر غم کی تلافی کر دی۔

بعض دفع انسان بہت ٹوٹ جاتا ہے جب اسے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے وہ چیز

نہیں دی جس کا وہ طلب گار تھا۔

مگر آج میرے محرم کے روپ میں ان کو میری زندگی میں بھیج کر اللہ تعالی نے یہ

بات ثابت کر دی کہ ان کا ہر فیصلہ ہماری چاہ سے بہتر ہوتا ہے۔

اگر میرے کہنے سے آپ کے دل کو سکون ملتا ہے تو ٹھیک ہے میں نے آپ کو معاف کیا۔ سخن یہ کہتے ہوئے سپاٹ انداز سے ان کے گلے لگی۔ کچھ لمحوں بعد پیچھے ہوئی تو۔۔۔۔

مگر میری التجا ہے آپ سے میری زندگی میں دوبارہ لوٹ کر مت آیئے گا۔اب میری زندگی میں آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

چلیے یہاں سے اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی ضامن شاہ سے کہا۔

اس نے پیار بھری نگاہوں سے اپنے محرم کو دیکھا۔

ضامن کی خود پر مسلسل جمی ہوئی نظریں محسوس کیے اس کی طرف رخ کیا اور مسکرا کر بولی ۔

کیا ہوا ؟

۔اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں ؟ آپ کی ہی کی ہوں اب تسلی رکھیں۔

کبھی مجھ سے تو اظہار محبت کیا نہیں۔۔۔ضامن شاہ نے شکوہ کیا۔

سخن نے آسودگی سے اپنا سر اس کے شانے پر ٹکایا۔

******

وسام شاہ باہر آیا تو عنادل اس کے قریب آئی۔

اس کی کمر کے گرد بازو باندھتے ہوئے۔آہستگی سے بولی۔

I am sorry for hurting you.

I never wanted you to feel bad in any way.

Plz forgive me for my childish behavior.

Really very sorry from the depth of my heart.

عنادل نے اس کے ساتھ لگے ہوئے اس سے معافی مانگی۔

وسام شاہ نے نے دونوں ہاتھوں سے اسے خود سے پیچھے کیا۔

تمہارے لیے یہ سب کرنا اور پھر معافی مانگ لینا کیا اتنا آسان ہے؟۔اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔

مجھے تمہارے لہجے سے تکلیف ہو رہی ہے وسام اب بس کرو۔اس نم لہجے میں کہا۔

اسے تم تکلیف کہتی ہو جو آج تک تم مجھے دیتی آئی ہو اسے کس زمرے میں شمار کرتی ہو؟ اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

میری غلط فہمی دور ہو چکی ہے میں جان چکی ہوں کہ تم مجھ سے کتنا پیار کرتے ہو۔ عنادل نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

کرتے ہو نہ عنادل نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

ابھی بھی کسی ثبوت کی ضرورت ہے؟ وسام نے ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

اس نے اپنے دونوں کان پکڑے۔ اور معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر اس کی طرف دیکھا جو اس کی معافی کی طلبگار تھی۔

.ٹھیک ہے "وسام شاہ اس کی معصومیت پر فدا ہوتے ہوئے بولا"

تم بھی نہ بچوں جیسی حرکتیں کرتی ہو۔اس نے مسکرا کر کہا

تم بھی بچوں سے کم تھوڑی نہ ہو۔عنادل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بدلہ چکایا۔

ہمیشہ ہر بات پر جھگڑا۔اس نے کمر پر لڑاکا انداز میں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

مطلب؟ وسام شاہ نے اپنے بالوں میں انگلیاں گھسائے انہیں سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

مطلب ایک روٹھے تو دوسرے کو منانا چاہیے۔

ایک نادانی کرے تو دوسرے کو صلح کا موقع دینا چاہیے نہ۔اس نے پھر سے منہ پھلایا۔

دیکھو عنادل تم خود نہیں جانتی تم کتنی اچھی ہو۔

بس تمہیں کسی کی ضرورت ہے جو تمہیں تراشے تمہیں

سنوارے جو سمجھ پائے کہ اس نے تمہیں پا کر کیا پایا ہے۔

تم میری کل کائنات ہو۔میرے ساتھ رہو گی تو خود ہی

سمجھدار ہو جاؤ گی اس نے تفاخر سے فرضی کالر اچکائے۔

دونوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

یہی کھٹی میٹھی نوک جھوک ان کی زندگی کو رنگین بنانے والی تھی۔

بہت بہت شکریہ وسام شاہ نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے ہولے سے اس کے کان کے قریب جا کر کہا۔

وہ کس لیے؟عنادل نے حیرانگی سے پوچھا

مجھے بابا بنانے کے لیے اس نے اس کی گال پر چٹکی بھری۔

اس کی بات سن کر اپنے دہکتے ہوئے چہرے کو اس کے سینے میں چھپایا۔

******

قاسم شاہ کی شادی اعلیٰ پیمانے پر کی گئی اور اس میں سارے خاندان نے شرکت کی

۔

سیدہ زینب شاہ کو جب عالم صاحب کے باور کروانے سے

سخن کے ساتھ اپنے برے برتاؤ کا احساس ہوا تو انہوں نے

سخن سے معافی مانگ لی۔ جسے سخن نے یہ کہتے ہوئے

معاف کر دیا کہ آپ ہماری بڑی ہیں آپ کو اپنی غلطی کا

احساس ہوا میرے لیے اتنا ہی کافی ہے بزرگ اپنے بچوں سے معافی مانگتے ہوئے اچھے نہیں لگتے

سیدہ زینب اپنی بہو صمائرہ سے معافی مانگ کر اسے بھی اپنے گھر واپس لا چکیں تھیں۔

سٹیج پر صوفے پر قاسم شاہ اور انعمتہ اور اس کی گود میں سکندر۔

ایک سائڈ پر سید نقی شاہ۔اور دوسری طرف سیدہ زینب شاہ۔ براجمان تھیں۔

صوفے کے ایک کارنر پر زارون بیٹھا اور اسکے ساتھ عنایا کھڑی دوسرے کارنر پر منیل بیٹھا اور اسکے ساتھ ردا کھڑی ہوئی تھی۔

جبکہ وسام شاہ اور عنادل، سید ضامن شاہ اور سخن دونوں کپلز صوفے کے پیچھے کھڑے ایک ہیپی فیملی کا مکمل منظر پیش کر رہے تھے۔اور اس یادگار منظر کو کیمرے کی آنکھ نے ہمیشہ کے لیے خود میں قید کر لیا۔

****

قاسم شاہ جب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اس کی نئ

نویلی کمسن دلہن کمرے میں ٹہلنے کا شغل فرما رہی تھی۔

اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی طرف مڑی۔

سر دیکھیں پلیز آپ اکیلے میں مجھے ڈانٹ نہیں سکتے

اس نے ڈرتے ہوئے قاسم کی طرف دیکھا

قاسم شاہ نے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔

۔۔۔۔ وہ اس کے قریب آ رہا تھا

وہ الٹے قدموں چلتی ہوئی دیوار سے جا لگی۔۔

آپ مجھے ڈرا کیوں رہے ہیں؟اس نے ایک آنکھ میچ کر

دوسری آنکھ سے اسے دیکھ کر کہا۔

وہ وہیں رکا۔

ابھی تو میں نے آپ سے بہت سی باتیں منوانی تھیں۔وہ اپنی ازلی خوداعتمادی میں واپس لوٹی۔

قاسم شاہ نے ابرو اٹھا کر دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیا؟

جب بھی ٹیسٹ ہو گا آپ مجھے اس میں پورے مارکس دیں گے۔

پیپرز میں مجھے امپوٹینٹ کوئسچن کے گیس بھی دیں گے۔

اور اگر میں فیل بھی ہو گئی میتھس میں آپ مجھے پاسنگ مارکس دیں گے

اور میں گھر میں آپ سے بالکل بھی نہیں پڑھوں گی۔

مجھے آپ کی بالکل بھی سمجھ نہیں آتی۔

اور آپ یہ مجھے گھور گھور کر ڈرانا بند کریں۔اس نے بے خوفی سے کہا۔

یہ سب خرافات اپنے اس ننھے سے ذہن سے نکال دو کہ میں تمہاری کوئی بھی

بات مانوں گا۔اس نے گھمبیر لہجے میں کہا

اور پھر اس نے اپنا رخ پاس پڑے کارٹ کی طرف کیا جس

میں سکندر خواب خرگوش کے مزے لوٹنے میں مصروف تھا۔

قاسم نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

اپنا کوٹ اتار کر ایک سائیڈ پر رکھا اور ٹائی کی ناٹ کو

ڈھیلا کرتے ہوئے خود بستر بیٹھا ایک ہاتھ کی مدد سے اپنے شوز اتارنے لگا۔

انعمتہ آکر اس کی گود میں بیٹھی۔آپ کو میری باتیں ماننا

ہی ہوں گی۔ورنہ میں۔۔۔۔اس نے قاسم شاہ کو دھمکی دی۔

قاسم شاہ کو انعمتہ سے اس بے باکی کی بالکل بھی امید نہ

تھی۔ مگر اسے اپنے اتنے قریب دیکھ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کیا۔

ورنہ کیا۔؟؟؟؟ قاسم شاہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

اتنی نزدیکی پر اس کی دھڑکنوں کی رفتار نے تیزی پکڑی۔

م مم۔۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا اس کی آواز حلق میں اٹکنے لگی۔

وہ اس قسم کی باتوں سے غصے میں آجایا کرتا تھا مگر آج

خلافِ معمول اس معصوم مگر بے وقوف لڑکی کی حرکتوں پر اس کا انداز کافی نرم تھا۔

قاسم شاہ کی قربت سے اس کے چہرے پر آتے جاتے حیا کے

رنگ اس سے مخفی نہ رہ سکے۔رخساروں پر پھوٹتی

سرخی،لبوں کی کپکپاہٹ،عارضوں کی لرزاہٹ۔چند ہی

لمحوں میں اس کے اتنے رنگ دیکھ چکا تھا کہ دل اپنے آپ

ہی اس کے قرب کا خواہاں ہوا۔اس کے چہرے پر پھیلے حیا

کے رنگ اسے اپنے اسیر بنا رہے تھے۔اس نے اپنی پچھلی

زندگی فراموش کیے نئی زندگی کی شروعات کا سوچا۔۔۔

اور بے اختیار ہو کر اس کی پیشانی پر نرمی سے لب رکھتے ہوئے اپنا پہلا حق استعمال

کیا۔

انعمتہ نے شرم سے اپنی آنکھیں میچ لیں۔

سر اور ہز بینڈ میں ڈفرینس پتہ چلایا سمجھانے کی

ضرورت ہے۔؟ قاسم شاہ نے اس کے کان کے پاس اپنا چہرہ لے جا کر کہا۔

انعمتہ نے اٹھنے کی کوشش کی تو قاسم نے اس کے فرار کی تمام راہیں مسدود کیں۔

*****

سید ضامن شاہ نے کمرے میں قدم رکھ تو وہاں کا ماحول ہی بدلا ہوا تھا۔

کمرے میں اندھیرا تھا بس ہر طرف کینڈلز جلا کر ان کی سجاوٹ کی گئی تھی۔ ان کہ مدھم روشنی نے کمرے میں سحر انگیزی طاری کر رکھی تھی۔

سخن نے آج ضامن کی ہی دلائی ہوئی سرخ ساڑھی پہن رکھی تھی۔

لمبے ریشمی بال شانے کے ایک طرف کیے۔ ساڑھی سے میچنگ سرخ میک اپ میں اسے اپنا اسیر بنا رہی تھی۔

ضامن شاہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب آیا تو پوچھا یہ سب کس لیے؟

آپ کو ہمیشہ مجھے شکایت رہی ہے کہ میں آپ سے اظہار محبت نہیں کرتی بس یہ سب اسی لیے۔

اور کچھ گڈ نیوز بھی شئیر کرنی تھی۔

اس نے حیا سے اپنی نظریں جھکائیں۔

اسی معصومیت کا تو وہ شیدائی تھا۔

اس نے نہال ہوتے ہوئے اسے خود میں سمویا۔

یہی کہ ہم دو سے تین ہونے والے ہیں۔ضامن شاہ نے اس کے کان کے قریب جاکر سرگوشی بھرے انداز میں کہا۔

اور پھر اس کے چہرے سے چھلکتی سرخی کو دیکھتے ہوئے اپنی اتنے عرصے سے کی جانے والی خواہش پر عمل کرنا چاہا۔

میری سویٹ ڈش ہنی؟؟؟وہی چاہیے اس اظہار محبت کے بدلے۔اور اس گڈ نیوز کے لیے۔اب تو ڈبل سلیبریشن۔۔۔اس نے فرمائش کی۔

سخن نے آنکھیں میچیں اس کی شرٹ کو دونوں ہاتھوں سے اپنی مٹھی میں دبوچا۔اس کا تیزی سے دھڑکتا دل جیسے باہر نکلنے کو بے تاب تھا۔

ضامن شاہ نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالوں میں بھرتے ہوئے اپنے قریب کیا تو

اس نے اپنا آپ اپنے محرم کو سونپ دیا۔

زندگی کے سفر میں ان لوگوں پر توجہ نہ دیں جو آپ کے راستے میں کھڑے تھے

۔

یا ان لوگوں نے جنہوں نے آپ کو بیچ راستے میں چھوڑ دیا۔

بلکہ ان لوگوں کا سوچیں جو ہر مقام پر آپ کے ساتھ کھڑے تھے۔

عورت کی زندگی کے سفر کا حاصل اس کا محرم ہے۔ جس نے زندگی کے اس راز کو پالیا۔ وہی سرخرو ہوا۔ اور جو نہ پاسکا وہ تہی داماں رہ گیا۔

THE END